THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Friday, the October 18, 2024
(343rd Session)
Volume IX, No. 02
(Nos. 01-10)

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad

Volume IX	SP. IX(02)/2024
No. 02	15

Contents

1. Recitation from the Holy Quran ... 1
2. Motion under Rule 263 moved for dispensation of rules ... 2
3. Leave of Absence ... 2
4. FATEHA ... 3
5. Point of Public Importance raised by Senator Manzoor Ahmed regarding the incident of Police raid at the residence of Malik Nasruddin Kakar in Kuchlak, Quetta ... 3
   - Senator Bilal Ahmed Khan ... 5
   - Senator Danesh Kumar ... 6
   - Mr. Attaullah Tarar, Federal Minister for Information and Broadcasting ... 7
   - Senator Manzoor Ahmed ... 14
6. Presentation of Report of the Standing Committee on Finance and Revenue on [The Banking Companies (Amendment) Bill, 2024] ... 19
7. Presentation of Report of the Standing Committee on Finance and Revenue on [The State Bank of Pakistan(Amendment) Bill, 2024] ... 19
8. Presentation of Report of the Standing Committee on Finance and Revenue on the Equal Scales of Salary and Allowances Bill, 2024 ... 20
9. Calling Attention Notice raised by Senator Hidayatullah Khan regarding the issue of hunger strike of teaching staff of the Balochistan University due to non-payment of salaries ... 20
10. Point of Public Importance raised by Senator Atta Ur Rehman Regarding the (a) Prevailing law and order situation in the country especially Balochistan and Khyber Pakhtunkhwa (b) High-handedness of the government regarding Constitutional amendment; and (c) Situation in Palestine ... 21
    - Senator Irfan-ul-Haque Siddiqui ... 25
11. Point of public importance raised by Senator Bilal Ahmed Khan regarding derogatory remarks about Pashtuns in O-level Urdu book ... 29
    - Senator Irfan-ul-Haque Siddiqui ... 33
12. Point of Public Importance raised by Senator Sajid Mir regarding the Israeli atrocities in the Gaza Strip ... 34
    - Senator Muhammad Tallal Badar ... 36
13. Point of Public Importance raised by Senator Danesh Kumar regarding the abduction of Priya Kumari ... 39
14. Point of Public Importance raised by Senator Palwasha Mohammad Zai Khan regarding the Indus Water Treaty ... 40
15. Point of public importance raised by Senator Khalil Tahir regarding human rights violation in Gaza, Palestine ... 42

16. Point of public importance raised by Senator Bushra Anjum Butt regarding the alleged rape incident in the Punjab College and the issues relating the curriculum 45
17. Point of Public Importance raised by Senator Nadeem Ahmed Bhutto regarding paying tribute to the victims of Karsaz incident and the deteriorating law and order situation in the country 46

SENATE OF PAKISTAN
SENATE DEBATES

Friday, the October 18, 2024

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at twenty minutes past six in the evening with Mr. Chairman (Syed Yousaf Raza Gilani) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ۔

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ۔

وَ الَّذِینَ اس تَجَابُوا لِرَبِّہِم وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ امرُہُم شُورٰی بَینَہُم وَ مِمَّا
رَزَقنٰہُم یُنفِقُونَ (۳۸) وَ الَّذِینَ اِذَآ اَصَابَہُمُ البَغیُ ہُم
ینتَصِرُونَ (۳۹) وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثلُہَا فَمَن عَفَا وَاَصلَحَ فَاَجرُہٗ عَلَی اللّٰہِ اِنَّہٗ لَا
یُحِبُّ الظّٰلِمِینَ (۴۰) وَ لَمَنِ انتَصَرَ بَعدَ ظُلمِہٖ فَاُولٰٓئِکَ مَا عَلَیہِم مِّن
سَبِیلٍ (۴۱)

ترجمہ : اور جنہوں نے اپنے رب کا حکم مانا اور نماز قائم رکھی اور ان کا کام ان کے آپس کے مشورے سے ہے اور ہمارے دیے سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ کہ جب انہیں بغاوت پہنچے بدلہ لیتے ہیں۔ اور برائی کا بدلہ اسی کے برابر برائی ہے۔ تو جس نے معاف کیا اور کام سنوارا تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔ بے شک وہ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔ اور بے شک جس نے اپنی مظلومی پر بدلہ لیا ان پر کچھ مواخذہ کی راہ نہیں۔

(سورۃ الشوریٰ: آیات ۳۸ تا ۴۱)

جناب چیئرمین: مانڈوی والا صاحب۔

Motion under Rule 263 moved for dispensation of rules

Senator Saleem Mandviwalla: Sir, in consultation with all the parliamentary leaders, I would like to move a motion. It is motion under Rule 263. I hereby move under Rule 263 of Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 2012 that the requirements of Rule 41 of the said Rules regarding Question Hour, be dispensed with for today's sitting of the Senate. Ministers are not available.

Mr. Chairman: It has been moved under Rule 263 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 2012 that the requirements of Rule 41 of the said Rules regarding Question Hour, be dispensed with for today's sitting of the Senate.

(The motion was carried)

Leave of Absence

Mr. Chairman: Now, we take up leave of absence. Senator Gurdeep Singh has requested for the grant of leave for 13th to 16th September, 2024 during the 342nd Session and for 17th October, 2024 due to personal engagements. Is leave granted?

(The leave was granted)

Mr. Chairman: Senator Bushra Anjum Butt has requested for the grant of leave for 16th September, 2024 during the 342nd Session due to personal engagements. Is leave granted?

(The leave was granted)

جناب چیئرمین: آپ بات کریں۔

FATEHA

سینیٹر سید مسرور احسن: جناب! میری گزارش ہے کہ 18 اکتوبر کے حوالے سے فاتحہ خوانی کروالی جائے کیونکہ آج ہی کے دن 177 لوگ شہید ہوئے تھے۔

سینیٹر ڈاکٹر افنان اللہ خان: جناب! کل یحییٰ سنوار صاحب کی شہادت ہوئی ہے، ان کے لیے بھی دعا کرائیں۔

جناب چیئرمین: جناب تارڑ صاحب! دعا کرادیں۔

(اس موقع پر شہدا کے ایصال ثواب کے لیے دعائے مغفرت کی گئی)

جناب چیئرمین: منظور صاحب! بات کریں۔

Point of Public Importance raised by Senator Manzoor Ahmed regarding the incident of Police raid at the residence of Malik Nasruddin Kakar in Kuchlak, Quetta

سینیٹر منظور احمد: جناب چیئرمین! کل کوئٹہ میں کچلاک کے area میں ایک واقعہ ہوا ہے۔ ملک نصرالدین کاکڑ صاحب کے گھر پر پولیس گئی ہے۔ پولیس کا وہاں جانا، چادر اور چار دیواری کی پامالی جبکہ کوئی خاتون پولیس کانسٹیبل ان کے ساتھ نہیں تھی۔ وہ لوگ گھر کے اندر گھس گئے جس کی وجہ سے وہاں پر خواتین پریشان ہوئیں اور ذہنی کوفت میں مبتلا ہوئیں۔ جناب چیئرمین! یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ بعد میں جو محتسب کی عدالت تھی یا محتسب کا جو دفتر تھا۔۔۔۔

جناب چیئرمین: جناب وزیر اطلاعات! آپ غور سے سنیں کیونکہ آپ نے اس کا جواب دینا ہے۔

سینیٹر منظور احمد: اس کے بھتیجے نے کہا کہ یہ میرا گھر ہے، ہم یہاں رہتے ہیں تو آخر بات کیا ہے کہ اتنی پولیس آئی ہے اور گھر کے اندر گھس گئی ہے۔ وہاں سے جب پتا چلا تو اس لڑکے کو بھی اٹھا کر تھانے لے گئے۔ اس کے بعد شاید انہوں نے روڈ بند کر دیا ہو۔ یہ بتایا گیا کہ آپ کے گھر میں گاڑی آئی ہے۔ اب اتنی information اس کے پاس نہیں تھی۔ ادارے جو ہمارے محافظ ہیں، ان کو lead ملی کہ ایک گاڑی ہے، جب انہوں نے گھر search کیا تو گاڑی بھی نہیں ملی۔

جناب چیئرمین! اسی طرح موسیٰ خیل کا واقعہ ہے۔ وہ علاقہ اس طرح کا ہے کہ جہاں پر ساٹھ، ستر بلکہ سو سال سے کوئی ایسے واقعات رونما نہیں ہوئے۔ موسیٰ خیل جیسے علاقے میں ایسے

واقعات کا ہونا حیران کن ہے۔ وہاں پر جو ہمارے پنجاب کے لوگ شہید ہوئے اور اس کے بعد جو پشتونوں کا کاروبار یا سسٹم تھا، اس کے حوالے سے واقعات ہوئے۔ پھر ڈکّی کا واقعہ دوبارہ ہمارے سامنے ہے۔ میں IG صاحب سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ کرنا کیا چاہ رہے ہیں؟ کیا اس طرح لوگوں کے گھروں میں جانا صحیح ہے؟ پہلے جب اس طرح کے واقعات ہوتے تھے تو پولیس انہیں بتاتی تھی کہ ہم آپ کے گھر آئیں گے اور اپنے ساتھ لیڈی کانسٹیبل لاتے تھے۔ اس وقت حالات ہمارے سامنے ہیں۔ میں یہ request کروں گا کہ آپ اسے Standing Committee on Interior میں refer کر دیں تاکہ ہم وہاں اس پر تفصیل سے بات کر سکیں۔ دن بہ دن ایسے واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ کچھ پولیس والے کالی بھیڑوں کی طرح پولیس میں موجود ہیں اور میں یہ انکار بھی نہیں کرتا کہ اچھے پولیس آفیسر بھی ہیں لیکن ایسے افسران اب زیادہ ہیں جن کے خلاف inquiries چلی ہیں اور وہ بار، بار معطل ہوتے رہے ہیں لیکن پھر دوبارہ انہیں ڈیوٹی پر لگا دیا گیا ہے اور انہوں نے بھتہ خوری شروع کی ہے۔ اس واقعے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ وہ ان سے پیسوں کی demand کر رہا تھا۔ کیا اس طرح لوگوں کو ہراساں کر کے demands پوری کی جاتی ہیں۔ وہ عزت دار لوگ ہیں اور ہماری پارٹی سے ان کا تعلق ہے۔ اس قسم کے اور واقعات بھی ہمارے صوبے میں ہوئے ہیں۔ خدارا ایسے واقعات روکے جائیں ورنہ ان سے وہاں اور بھی انتشار پیدا ہوگا، شکریہ۔

Mr. Chairman: Yes, Federal Minister for Information and Broadcasting.

جناب عطاء اللہ تارڑ (وفاقی وزیر برائے اطلاعات و نشریات): شکریہ، جناب چیئرمین! میں تو سوالات کے جوابات کے لئے بھی تیار تھا لیکن آپ نے Question Hour dispense کر دیا۔

جناب چیئرمین: سینیٹر بلال احمد خان! آپ بھی اس متعلق بات کرنا چاہتے ہیں؟

سینیٹر بلال احمد خان: جی میں بھی اس پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: جی بات کریں۔

Senator Bilal Ahmed Khan

سینیٹر بلال احمد خان: شکریہ، جناب چیئرمین! آج کل کوئٹہ اور بلوچستان میں جو کچھ ہو رہا ہے، جو کل ہوا یا اس سے پہلا ہوا، میں ان سارے واقعات کی پرزور مذمت کرتا ہوں۔ یہ جو طریقہ کار اپنایا گیا ہے، ہمیں نہیں معلوم کہ یہ کون کر رہا ہے؟ کیا یہ دہشت گرد ہیں، کیا یہ separatists ہیں یا حکومت کے لوگ یہ ساری حرکتیں کر رہے ہیں۔ ان حرکتوں کے پیچھے ان کے کیا مقاصد ہیں؟ اگر مقاصد ہیں بھی تو وہ سامنے آئیں کیونکہ ان پر بات ہو سکتی ہے اور آگے جایا جا سکتا ہے لیکن ایسے واقعات صرف اور صرف انتشار کی طرف لے جانے والی باتیں ہیں۔ ہمارے صوبے کو دن بہ دن آگ اور انتشار کی طرف دھکیلا جا رہا ہے۔ اگر خدانخواستہ یہ آگ اور بھڑکی تو اسے control کرنا ہمارے لئے مشکل ہو جائے گا۔ کل ایوان میں ہماری ایک سینیٹر بہن نے ایک بات کی۔ ایسا کر کے آپ لوگوں کو اپنی رائے پر مجبور کر سکتے ہیں کہ وہ اس کے مطابق چلیں۔ آپ ایسا کر لیں گے لیکن ان کے دل جیت نہیں سکیں گے۔ آپ نے دل جیتنا ہے اور حکومت کرنی ہے یا آپ نے صرف اپنے مقاصد پورے کرنے ہیں۔ میں حکومت سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا انہیں پتہ ہے کہ یہ ساری حرکتیں کیا رنگ لائیں گی۔ کیا انہیں پتہ ہے کہ ان کی یہ حرکتیں بلوچستان کو کس طرف لے کر جا رہی ہیں؟ ان کی ان حرکتوں سے بلوچستان کے لوگوں میں جو اضطراب پیدا ہو رہا ہے، اسے کیسے کم کیا جائے گا اور آنے والے وقت میں اسے کیسے control کریں گے۔ اگر حکومت نے یہ سوچا ہے کہ وہ کسی plan کے ذریعے اس اضطراب کو روکیں گے تو kindly وہ بھی ہمیں بتا دیں۔ اگر ان کے ساتھ کوئی plan نہیں ہے اور یہ ایسے ہی آگے جا رہے ہیں تو کیا آپ اسے کسی اور کے کہنے پر کر رہے ہیں یا خود کر رہے ہیں، وہ بھی ہمیں سمجھا دیں تاکہ ہم اسی مطابق آپ کے ساتھ چلیں کہ کم از کم آپ کا یہ plan future میں بلوچستان میں رہنے والوں کو تحفظ فراہم کرے گا اور وہاں رہنے والوں کو یہ اطمینان تو رہے گا کہ ان کی چادر اور چار دیواری کی عزت پامال نہیں ہو گی۔

جناب! ہمارا قبائلی نظام ایسا ہے کہ اگر آج کسی ایک قبیلے کے شخص کے گھر کی چادر اور چار دیواری پامال ہوتی ہے تو اسے ہم سب اپنی چادر اور چار دیواری کی تذلیل سمجھتے ہیں۔ اگر آج ان چیزوں کو address نہیں کیا گیا تو آنے والے وقت میں یہ چیزیں خدانخواستہ ہمارے ہاتھوں سے اور نکلتی جائیں گی۔ اگر یہ ہمارے ہاتھ سے نکل گئی تو سوائے افسوس کے، ہمارے پاس اور کچھ نہیں بچے

گا۔ میں honourable Minister صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ ہمیں واضح طور پر بتائیں کہ آپ کا ملک چلانے کا plan کیا ہے۔ آیا ملک کو چلانا ہے یا اس میں انتشار ہی پھیلانا ہے، شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی سینیٹر دنیش کمار۔

Senator Danesh Kumar

سینیٹر دنیش کمار: شکریہ، جناب چیئرمین! میں منسٹر صاحب کی توجہ چاہوں گا۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ دکی واقعے میں 21 کان کن کی شہادت پر پورا پاکستان اشک بار ہے۔ وہ بے چارے کمانے آئے تھے لیکن جب ان کی لاشیں کاندھوں پر اٹھ کر جائیں گی تو ان کے گھروں میں کیا ماتم ہو گا۔ یہ آج کی بات نہیں بلکہ گزشتہ بیس سالوں سے یہ بلوچستان میں ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کو اس پر اقدامات کرنے چاہیے اور وفاق کو صوبائی حکومت کی مدد کرنی چاہیے۔ ہماری law enforcement agencies جو اتنی لائق اور فائق ہیں، جن کا پوری دنیا میں نام ہے، انہیں اس سلسلے میں صوبائی حکومت کی مدد کرنی چاہیے۔ اب میں سندھ کی طرف آتا ہوں۔ سندھ کے تین اضلاع ہیں: کشمور، گھوٹکی اور جیکب آباد۔ وہاں کچے کے ڈاکوؤں نے لوگوں کی زندگی اجیرن کر دی ہے۔ آپ یقین جانیں کہ ہماری برادری جو اقلیتی برادری ہے، ان کا جینا حرام کر دیا ہے۔ ان سے بھتے لیے جاتے ہیں اور ان کے بچے اغوا کیے جاتے ہیں لیکن آج تک ان ڈاکوؤں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوئی ہے۔ پاکستان ایک ایٹمی طاقت ہے۔ کچے کے ڈاکو موبائل استعمال کر کے دھمکیاں دیتے ہیں اور یہ سب کو پتہ ہے۔ اب یہ حشر ہے کہ کچے کے ڈاکوؤں کے ساتھ وہاں پکے کے ڈاکو بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہاں کی ارباب اختیار اور پولیس ان کے ساتھ شامل ہے۔ وہی انہیں information دیتے ہیں اور ہاتھوں سے اغوا کرواتے ہیں اور ان کے خلاف کارروائی نہیں ہوتی ہے۔ منسٹر صاحب میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ سندھ سے اقلیتی برادری ہجرت کر کے چلی جائے۔ ہمارا پڑوسی ملک ہمیں اس سلسلے میں بدنام کر رہا ہے مگر ان کے خلاف کوئی ایکشن نہیں ہوتا۔ میرا منسٹر صاحب سے یہ مطالبہ ہے کہ سندھ کے ان تین اضلاع کشمور، گھوٹکی اور جیکب آباد میں رینجرز تعینات کی جائے۔ سندھ پولیس کے کرپٹ افسران کو قرار واقعی سزا دی جائے اور انہیں ان کے عہدوں سے

ہٹا دیا جائے تاکہ وہاں کی عوام سکون محسوس کر سکے اور ہماری اقلیتی برادری کو ایک اچھا پیغام جا سکے اور ان کے ساتھ جو ظلم ہوا ہے، اس کا ازالہ ہو سکے، شکریہ۔

Mr. Chairman: Yes, Federal Minister for Information and Broadcasting.

Mr. Attaullah Tarar, Federal Minister for Information and Broadcasting

جناب عطاء اللہ تارڑ (وفاقی وزیر برائے اطلاعات و نشریات): شکریہ، جناب چیئرمین! میرے لئے اس ایوان میں آکر بات کرنا ایک اعزاز کی بات ہوتی ہے۔ میرے دادا مرحوم 1997 میں اس ایوان کے ممبر رہے۔ اس کی عزت اور توقیر میں بخوبی سمجھ سکتا ہوں۔ جو law and order کے معاملات ہیں، 18ویں آئینی ترمیم کے بعد یہ صوبائی حکومتوں کو devolve کر دیے گئے تھے مگر پھر بھی وفاقی حکومتوں نے یہ کوشش کی کہ جہاں تک دہشت گردی کے تدارک کا معاملہ ہے، National Action Plan کے معاملات ہیں، ان کے لئے صوبائی حکومتوں کو ایک forum پر اکٹھا کیا جا سکے اور کم از کم international or inter-provincial borders پر smuggling ہو، دہشت گردی ہو، بڑے، بڑے gangs or rackets ہوں، ان کے معاملات کے حل کے لئے National Action Plan ترتیب دیا گیا۔ اس کی بنیاد APS حملے کے بعد رکھی گئی۔ جب APS حملہ ہوا اور ہمارے بچوں کو شہید کیا گیا تو اس کے بعد پوری قوم ایک page پر تھی۔ اس ایوان میں حکومت اور مخالف بینچوں پر بیٹھنے والے بھی ساتھ تھے۔ وفاق نے کہا کہ وہ ایک بڑے بھائی کا کردار ادا کرے گا اور law and order کے جو گھمبیر مسائل ہیں باوجود اس کے کہ 18ویں آئینی ترمیم کے بعد صوبوں کو autonomy حاصل ہے، ہم سب مل کر ایک national policy بنائیں گے۔ یہ میں 2013 سے 2017 کی بات کر رہا ہوں۔ آپ نے دیکھا کہ کراچی کا امن National Action Plan کے تحت بحال ہوا۔ اس وقت کے وزیراعظم خود کراچی جاتے تھے اور وہاں بیٹھتے تھے۔ اس سے کراچی کا امن اور اس کی روشنیاں بحال ہوئیں۔ 2013 میں ہر دوسرے دن دہشت گرد حملہ کرتے تھے۔ Suicide bombings ہوتی تھیں اور IEDs کے ذریعے حملے کیے جاتے تھے مگر جب National Action Plan آیا تو علمائے کرام اور میڈیا کو بھی اکٹھا کیا گیا۔ Hate literature and

loud speaker ban کیے wall chalking ban کی گئی۔ نفرت انگیز تقاریر کے لئے گئے اور ہم نے دیکھا کہ اتحاد بین المسلمین نے اپنا کردار ادا کیا۔ علمائے کرام چاہے ان کا تعلق کسی بھی فرقے اور مکتبہ فکر سے تھا، وہ بیٹھے اور کہا کہ ہم مکمل تعاون کریں گے۔ National Action Plan صوبوں کے ساتھ مل کر بڑی کامیابی کے ساتھ conclude ہوا اور اس ملک میں دہشت گردی کا خاتمہ ہوا۔ پھر کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ یہ تو غلط ہو گیا، طالبان بڑے بھلے لوگ ہیں، ہمیں ان کو واپس لاکر بسانا چاہیے۔ یہ تو بڑے good طالبان ہیں، یہ تو ہمارے بھائی ہیں، لاؤ، لاؤ، ان کو واپس لاؤ، settled areas میں لاکر settle کرو۔ جنہوں نے کیا تھا، وہ دونوں صاحبان اب اپنی سزا بھگت رہے ہیں مگر بات یہ ہے کہ آئے روز ہم لاشیں اٹھا رہے ہیں، کبھی کرنل صاحب شہید ہوئے، ان کا تو ہم ذکر نہیں کرتے۔ فوج جو قربانیاں دے رہی ہے، وہ کس کی خاطر دے رہی ہے اور کہاں کہاں پر دے رہی ہے۔ میرا اس حلقے سے تعلق ہے کہ میں ستر ہزار کرسچن ووٹرز کی نمائندگی کرتا ہوں۔ سب سے بڑی کرسچن آبادیاں میرے حلقے میں موجود ہیں، خلیل طاہر صاحب بیٹھے ہیں، ان کو پتا ہے۔ جہاں اقلیتوں کے حقوق کی بات آتی ہے، ہم سارے یکجا ہو کر، متحد ہو کر اس بات پر کھڑے ہونے کے لیے تیار ہیں۔ بات یہ ہے کہ یہ بگاڑ کس نے پیدا کیا اور کب پیدا کیا۔ جب ریاست نے یہ policy decision لیا اور اس وقت کے وزیراعظم نے اس کو lead کیا اور کہا کہ لاکر ان کو واپس بساؤ تو انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ایک نیشنل ایکشن پلان in place تھا اور اس نیشنل ایکشن پلان کے تحت وفاق اور صوبوں نے مل کر قربانیاں بھی دی تھیں اور دہشت گردی کا خاتمہ کیا تھا۔ آج ان دہشت گردوں کو لاکر جب واپس بسایا گیا ہے، وہ کبھی بلوچستان میں حملے کرتے ہیں، کبھی خیبر پختونخوا میں حملے کرتے ہیں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، all due respect to Ali Ameen Khan مگر جب آپ 24 گھنٹے میں سے 16 گھنٹے سیاسی سرگرمیوں پر لگائیں گے، سی ٹی ڈی کس نے قائم کرنی تھی اور سی ٹی ڈی پنجاب میں کیوں قائم ہوئی، forensic lab پنجاب میں کیوں قائم ہوا، لاہور اور اسلام آباد میں safe city کیوں بنائی گئی۔ ہمارا کوئٹہ، ہمارا پشاور آج safe city سے کیوں محروم رہے ہیں۔ کسی صوبائی حکومت نے اس پر توجہ کیوں نہیں دی کہ safe city بننا چاہیے۔ لاہور میں دہشت گرد نے حملہ کیا، ہمارے سینئر پولیس افسر قیصر مبین شہید ہوئے، ہمارے دوست تھے، کوئٹہ میں posted رہے، بہت

ساری سروس کوئٹہ میں کی۔ ہم نے ان کی بھی لاش اٹھائی، ان کا بھی جنازہ پڑھا۔ Safe city cameras کی مدد سے ہم نے backtrack کیا، ہم ان افغان باشندوں تک پہنچے جنہوں نے اس کی ساری planning کی تھی۔ ان کو سزا دلوائی۔ قصور میں زینب کا معاملہ ہوتا ہے، forensic lab 2 kilometre radius کے اندر تمام testing کرتی ہے، اس ملک میں زینب والے کیس کے ملزم کو پھانسی ہوئی۔

صوبائی حکومتوں کی capacity build کرنا، یہ تمام پارٹیاں جو یہاں موجود ہیں، کیا یہ ان کے نمائندوں کا فرض نہیں ہے؟ کیا ان کے اپنے اپنے وزراء اعلیٰ کا فرض نہیں ہے؟ وفاق 2013 سے 2017 تک قربانی بھی دے، دہشت گردی کا خاتمہ بھی کرے اور ملک میں امن بھی قائم کرے اور اس کے بعد ایک شخص آئے اور کہے کہ good Taliban, come back, welcome back اور ان کو لاکر بسادے۔ آج جو جنوبی خیبر پختونخوا میں ہو رہا ہے، اس کا ذمہ دار کون ہے۔ میں مختصر یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ دیکھیے یہ بڑے گھمبیر issues ہیں۔ دکی کا واقعہ انتہائی افسوس ناک ہے۔ وہ مزدور تھے، کان کن تھے، بے گناہ اور بے قصور تھے۔ سرفراز بگٹی صاحب بطور وزیر اعلیٰ۔۔۔

(مداخلت)

جناب عطاء اللہ تارڑ: مجھے بات کرنے دیں، آپ اپنی اپنی باری پر ضرور بات کیجئے گا۔ سرفراز بگٹی صاحب بہت فرض شناس اور بہت قابل وزیر اعلیٰ ہیں۔ ہمیں ان پر پورا اعتماد بھی ہے اور اعتبار بھی ہے۔ وہ وہاں کی پولیس، انتظامیہ اور security agencies کے ساتھ مل کر جو ہو سکتا ہے، وہ کر رہے ہیں۔ وہ محنت کرتے نظر آتے ہیں، وہ صبح سے رات تک ان ہی مسائل کو حل کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ وفاق کی پوری coordination ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ مسائل حل ہوں گے۔ ہم نے پہلے بھی کیا ہے اور دوبارہ بھی کریں گے۔

جہاں تک resources کی بات ہے، دیکھیے یہ جو resources جاتے ہیں، چاہے وہ وفاق دے، چاہے وہ NFC Award کے تحت ہو، NFC Award کے سلسلہ پر میں صدر آصف علی زرداری صاحب کو credit دینا چاہتا ہوں، یہ ان کا وژن تھا جس کے تحت صوبوں کو resources جاتے ہیں، امن وامان کے لیے جاتے ہیں، انسداد دہشت گردی

کے لیے جاتے ہیں۔ یہ بتایا جائے کہ نیشنل ایکشن پلان کی 2018 سے2022 تک کتنی meetings ہوئیں۔ میں آپ کو بتادیتاہوں،ایک میٹنگ کےعلاوہ 2018 سے2022 تک اس شخص نے کوئی بھی میٹنگ نہیں کی۔ دہشت گردی اور دہشت گردی کا خاتمہ ان کی priority میں نہیں تھا۔

جو سیاسی way forward کی بات کی گئی، میں اس پر بھی آتا ہوں۔ ہمیں تربیت دی گئی تھی، ہمیں سکھایا گیا تھا کہ سیاسی مخالف سیاسی دشمن نہیں ہوتا،اس کی خوشی غمی میں شریک ہونا سیکھو۔ ہمیں یہ نہیں کہا گیا تھا کہ ان کی شادی بیاہ پر مت جانا، ہمیں یہ نہیں کہا گیا تھا کہ یہ چور، ڈاکو ہیں،ان کا کوئی فوت ہو جائے تو تعزیت کے لیے مت جانا۔ ہمیں سکھایا گیا تھا کہ جب مخالف crane سے گرتا ہے تو اپنی election campaign معطل ہوتی ہے۔جب مخالف crane سے گرے تو ہسپتال میں جاکر اس کی تیمارداری کی جاتی ہے۔ یہ عرفان صدیقی صاحب بیٹھے ہیں، میاں نواز شریف نے 2013 میں بانی، چیئرمین پی ٹی آئی crane سے گر گئے، زخمی ہوگئے، پوری election campaign معطل کی، گھر جاکر تیمارداری کی۔ الیکشن کے بعد۔۔۔

(مداخلت)

جناب عطاءاللہ تارڑ: مجھے بات مکمل کرنے دیجیے، بالکل ضرور بات کیجئے گا۔ ان باتوں کا جواب کوئی نہیں ہے مگر ضرور سارے دیں۔ میں تو کہوں گا کہ پورا ایوان chorus کے اندر اگر جواب دے تو بڑا اچھا ہوگا۔2013 کا الیکشن ہوتا ہے، خود چل کر بنی گالا جاتے ہیں اور اسے کہتے ہیں کہ سیاسی مخالف ہو مگر تم بھی پاکستانی ہو، میں بھی پاکستانی ہوں، ہم چاہتے ہیں کہ اس ملک کو آگے لے کر چلیں، ہم مل کر اس کا تدارک کریں گے۔۔۔

(مداخلت)

Mr. Chairman: Hon'ble Minister, I would request that their question...

جناب عطاءاللہ تارڑ: جناب! میں conclude کررہاہوں، مجھے conclude کرنے دیں، میں conclude کرتا ہوں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: Conclude کر رہے ہیں۔ وہ جواب دے رہے ہیں۔

جناب عطاءاللہ تارڑ: میں conclude کر رہا ہوں، آخری دو منٹ ہیں۔ یہاں میں نے یہ گزارش کی کہ کیا یہ صوبائی subject ہے، وفاق اس پر پوری cooperation, coordination کرنے کے لیے تیار ہے۔ وہ چاہے امن و امان کا مسئلہ ہو، کچے کا مسئلہ صرف سندھ میں نہیں ہے، یا کشمور اور گھوٹکی میں وہ مسئلہ ہے۔ رحیم یار خان اور راجن پور میں بھی یہ مسئلہ ہے۔ یہ tri-border area ہے جس میں operation کیا جا رہا ہے۔ اس کے لیے پولیس کو APCs دی گئیں، پولیس کو equip کیا گیا۔ ہمارے ہاں riverine police کا concept نہیں تھا، کچے کے علاقے سے دریا گزرتا ہے۔ پولیس کو باقاعدہ boats بنا کر دی گئیں۔ ان کی riverine training کی گئی اور riverine police کی establishment تاریخ میں پہلی مرتبہ ہوئی کہ دریا کے دونوں اطراف مسئلے کو حل کیا جائے۔

سیاسی روایات پر آخری بات کر کے میں اپنی بات ختم کروں گا۔ عرفان صدیقی صاحب بیٹھے ہیں، ان کی آج بھی وہ footage موجود ہے جہاں انہوں نے ہتھکڑی لگائی ہوئی ہے اور قلم پکڑا ہوا ہے۔ اس ملک میں خوشی غمی میں منع کیا گیا کہ یہ دشمن ہیں، یہ وقت کا دھارا ہے، آج ہم اِدھر بیٹھے ہیں، کل آپ بیٹھے تھے، کل پھر یہاں پر کوئی اور بیٹھا ہوگا۔ یہ چلتا رہتا ہے، کوئی اِس طرف اور کوئی اُس طرف بیٹھا ہے مگر ہماری سیاسی روایات جو ایک شفاف دریا کی طرح تھیں، ان کو زہر آلود کس نے کیا۔ اس میں آلودہ پانی کس نے ڈالا، اس نے ڈالا جس نے فریال تالپور کو چاند رات کو گرفتار کر کے کہا کہ اسے جیل میں بھیجو۔ زہر آلود اس نے کیا جس نے اذیت دینے کے لیے مریم نواز شریف کو باپ کے سامنے گرفتار کروایا اور یہ ثابت کیا کہ ہمارے یہاں جو خواتین کی عزت ہے اور خواتین کو سیاسی مقدمات میں ملوث نہیں کیا جاتا، وہ کیا جائے گا۔ چادر اور چار دیواری کے تقدس کو پامال کرنے کی روایت بانی، چیئرمین پی ٹی آئی نے ڈالی۔ نواز شریف صاحب اور شہباز شریف صاحب کی والدہ کی میت پڑی تھی اور احتساب عدالت نمبر 5 لاہور کا جج یہ کہہ رہا تھا کہ میں نے جرح کرنی ہے۔ یہ ہنسنے کی بات نہیں ہے، والدہ کی میت پڑی ہو اور جج کہہ رہا ہو کہ میں نے جرح کرنی ہے تو انسان پر کیا گزرتی ہے کہ والدہ کی میت پڑی ہے اور ساتھ کہا جارہا ہے کہ نہیں ہم نے جرح مکمل کرنی ہے۔ جہانگیر ترین کے بچوں پر کس نے پرچے دیے؟ علیم خان کی بیگم پر کس نے پرچے دیے؟ شہباز

شریف کے بیٹوں کے گھر کا گھیراؤ کس نے کیا؟ ایسے ایسے لوگ موجود ہیں، پورا وقت گزر جائے گا اور یہ کہانیاں مکمل نہیں ہوں گی۔ جو سیاسی روایات اس میں میں ڈالی گئی ہیں، جس طرح سیاست کو آلودہ کیا گیا ہے، جو نفرت پھیلائی گئی ہے۔ جنہوں نے نفرت کی فصل بوئی تھی، آج وہ کاٹ رہے ہیں۔ امن و امان پر میں آخری بات کروں گا۔ امن و امان کے حوالے سے چاروں صوبائی حکومتوں سے۔۔۔

(مداخلت)

Mr. Chairman: He is winding up.

جناب عطاءاللہ تارڑ: امن وامان کے حوالے سے چاروں صوبائی حکومتوں سے ہمارا رابطہ ہے۔ خیبر پختونخوا، سندھ، پنجاب، بلوچستان۔۔۔

(مداخلت)

جناب عطاءاللہ تارڑ: یہی مسئلہ ہے کہ سچ سننے کی کسی میں ہمت نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ میں اس ایوان کے اندر بھی اپنی مرضی کی بات نہیں کر سکتا، یہ فسطائیت ہے ان کی کہ بات مت کرو، بات کرنے نہیں دیں گے، سننے کا حوصلہ نہیں ہے۔ اگر آپ تشریف رکھیں تو میں ایک منٹ میں مکمل کرلوں گا۔ سن لیں، سننے کا حوصلہ رکھیں، یہ جمہوریت ہے، اس میں سننا بھی پڑتا ہے۔۔۔۔۔

Mr. Chairman: Please address the Chair.

جناب عطاءاللہ تارڑ: میں ایک منٹ میں مکمل کر رہا ہوں، سن لیں۔ جناب! امن و امان کے حوالے سے چاروں وزراء اعلیٰ سے ہمارا رابطہ ہے۔ وہ چاہے۔ میں مکمل کر رہا ہوں، مجھے بات تو کرنے دیں۔ یہ وجوہات بیان کرنا میرے فرائض میں شامل ہے۔ تمام تر جو law and order situation ہے، جو political situation ہے اس میں میرا فرض ہے کہ میں حقائق بیان کروں۔ آپ مجھے بات مکمل کرنے دیں، بس میں مکمل کر رہا ہوں، سن لیں۔

جناب چیئرمین: براہ مہربانی منسٹر صاحب آپ conclude کریں۔

جناب عطاءاللہ تارڑ: میں مکمل کر رہا ہوں، بھائی میں آپ کی بات نہیں کر رہا، مجھے مکمل تو کر لینے دیں۔

Mr. Chairman: Please address the Chair.

جناب عطاء اللہ تارڑ: جناب! میں مکمل کر لوں، ان کو کہیں آرڈر maintain رکھیں، میں مکمل کر رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: آپ conclude کریں۔

جناب عطاء اللہ تارڑ: جناب! جہاں law and order کی بات ہے یہ میرا فرض بنتا ہے کہ میں مکمل کر رہا ہوں بھائی مجھے پتہ ہے آپ مجھے مکمل کرنے دیں، مکمل تو کر لوں۔

Mr. Chairman: Please address the Chair. ایک منٹ میں مکمل کریں۔

جناب عطاء اللہ تارڑ: جو وجوہات ہیں، نہیں نہیں پی ٹی آئی بیٹھی ہوئی ہے ان کو بھی سنانا میرا فرض ہے، اگر تو شبلی صاحب اور علی ظفر صاحب کا،

جناب چیئرمین: آپ conclude کریں۔

جناب عطاء اللہ تارڑ: میں conclude کر رہا ہوں، مجھے موقع دیں آخری بات ہے۔ اگر مجھے مکمل نہیں کرنے دیں گے پھر یہ 10 منٹ اور لگ جائیں گے، معذرت سے مجھے مکمل کرنے دے، میں مکمل کر رہا ہوں، ختم تو کرنے دیں۔ آپ بھی بہت محترم ہیں ختم کرنے دیں، میں دو منٹ میں ختم کر رہا ہوں۔

Mr. Chairman: Minister Sahib, I request you to address the Chair, don't look at them.

جناب عطاء اللہ تارڑ: آخری جملہ بول رہا ہوں اگر آپ مجھے موقع دے دیں last sentence جناب! Law and order کے حوالے سے چاروں صوبائی حکومتوں سے ہمارا رابطہ ہے ہماری جو National Action Plan کی meetings ہوتی ہیں اس میں وہ شریک ہوتے ہیں، مگر میرا یہ فرض تھا کہ دہشت گردی کی جو وجوہات ہیں law and order کیوں خراب ہوا، کس دور میں ہوا وہ میں ضرور سامنے رکھوں، اگر میں یہ سامنے نہ رکھوں گا تو پھر یہ حقیقت کو چھپانے کے مترادف ہوگا۔

جناب چیئرمین: وہ تو آپ کہہ چکے ہیں۔

جناب عطاء اللہ تارڑ: law and order پر پوری توجہ ہے، صوبائی حکومتوں سے مزید اس پر coordination کریں گے اور صوبائی حکومتوں کو اس میں مکمل support provide کریں گے ان کو پورا facilitate کریں گے بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: ابھی ایک ایک ممبر بات کر سکتا ہے، تینوں نہیں۔

I give the floor to the Parliamentary Leader.

Senator Manzoor Ahmed

سینیٹر منظور احمد: چیئرمین بہت شکریہ، میرے بھائی نے بہت اچھی تقریر کی ہے اور میں ان کی عزت کرتا ہوں۔ ماشاء اللہ ہم ان کو ہمیشہ میڈیا پر سنتے رہتے ہیں اور یہ الفاظ کے بڑے اچھے جادو گر ہیں، میں تو یہ کہوں گا کہ ان کے پاس knowledge بھی ہے۔ جناب چیئرمین ہم نے یہ کہا تھا کہ کچلاک میں جو واقعہ ہوا ہے، چادر اور چار دیواری کی پامالی ہوئی ہے، وہاں پر پولیس بغیر لیڈی کانسٹیبل کے اندر گئی ہے، جناب چیئرمین یہ خواتین ہماری مائیں بہنیں ہیں، پھر جس قوم سے جس کا تعلق ہو۔ فلک نصرالدین کاکڑ کچلاک کا قبائلی و سیاسی آدمی ہے، ہم نے یہ کہا تھا۔ اس کے ساتھ جو ہوا یہ کوئٹہ، بلوچستان کا معمول ہے۔ اب یہاں پر National Action Plan کے حوالے سے بات ہوئی کہ صوبوں کو 18th Amendment کے بعد اپنا اختیار دیا گیا ہے، کیا آپ نے آئی جی کا وہ اختیار مجھے دیا ہے یا آئی جی کی transfer posting مرکز کرتا ہے، میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں، آپ مجھے اس کا جواب دے دیں۔ یہ 18th Amendment کے اختیارات ہیں کہ مجھے ڈی ایس پی، ایس پی لگانے کا اختیار نہیں ہے تو آپ نے کہا ہے کہ 18th Amendment کے بعد اختیارات صوبوں کو دیے ہیں اور صوبے جو وفاق کو دے رہے ہیں اس کے حوالے سے تو کوئی بات نہیں ہو رہی۔ آپ ساڑھے تین، چار سو ارب روپے صوبہ بلوچستان کے مقروض ہو، اس کے حوالے سے تو ہم نے نہ بات کی ہے اور نہ آپ بات کرتے ہو۔

چیئرمین صاحب! ہم نے law and order کے حوالے سے بلوچستان بات کی۔ میں نے تو پہلے صرف ایک اپنا مُدعا رکھا تھا کہ آپ مجھے اس کا جواب دے دیں اور Interior Committee میں بھجوا دیں۔ اب سن لیں 25 سالوں سے بلوچستان جس اذیت سے گزر رہا ہے، Minister Sahib جتنی لاشیں ہم نے اٹھائی ہیں کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا، آپ اس گھر سے پوچھیں جہاں سے دس دس لاشیں نکلی ہیں۔ ہم تو خود دہشت گردی کے خلاف ہیں، ہم نے

خود National Action Plan کی بات کی ہے کہ اس پر عمل درآمد ہونا چاہیے۔ دہشت گردی کے خاتمے کے لیے front line پر ہم کھڑے ہیں، شہادتیں ہم نے دی ہیں، چاہے وہ پولیس فورس ہو، چاہے وہ لیویز ہو، چاہے وہ آرمی ہو، چاہے وہ ایف سی ہو چاہے وہ ہمارے عام سویلین ہوں۔ ہمارے اکابرین، ہمارے بڑے، ہمارے بچے، ہماری مائیں، ہماری بہنیں ان تمام نے اس دہشت گردی میں جانیں دی ہیں، ایک دن میں 180 وکلا نے شہادتیں دی ہیں، پولیس ٹریننگ سینٹر آپ کو شاید یاد ہی نہ ہو، اس میں ہمارے کتنے جوان شہید ہوئے ہیں۔ اسی طرح آپ کا پولیس لائن کا واقعہ جو فیاض سمبل صاحب تھے، ہم نے کتنی پولیس کی شہادتیں دی ہیں، ہم تو اس چیز سے انکار ہی نہیں کرتے ہیں کہ دہشت گرد جو بھی ہو ہم اس کے خلاف ہیں چاہے وہ اندر کے ہوں، چاہے وہ باہر کے ہوں۔

وزیراعلیٰ بلوچستان اپنا کام کر رہا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ آپ کا Interior Minister آیا ہوا تھا کہ یہ سب ایک ایس ایچ او کی مار ہے کدھر ہے وہ ایس ایچ او، کیا ہو رہا ہے دکی میں، آپ ایسی بات کیوں کر رہے ہو کہ ایک ایس ایچ او کی مار ہے۔ ہم 25 سال سے لاشیں دے رہے ہیں۔ آپ ہمارا مذاق اڑا رہے ہو اور کہتے ہو کہ ایک ایس ایچ او کی مار ہے، انتہائی افسوس کی بات ہے ۔ اس پر آپ کیوں بات نہیں کرتے ہیں، آپ نے اس پر اس کی explanation call کیوں نہیں کی، یہ کوئی statement ہے آپ Interior Minister ہو، آپ کوئی ڈی ایس پی، ایس پی یا ایس ایچ او نہیں ہو کہ اس طرح کی غیر ذمہ دارانہ statement دیتے ہو۔

چیئرمین صاحب! افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بلوچستان کو مذاق بنایا ہے، جیسے دکی کا واقعہ تھا، اس سے پہلے پشین کا واقعہ تھا، اس سے پہلے بلوچ علاقوں کو آپ اٹھالو کبھی بھی اس کو serious نہیں لیا گیا ہے ۔ جو تقریریں ہوتی ہیں کہ National Action Plan تو صوبے کا کام ہے، بالکل یہ صوبے کا کام ہے لیکن مرکز کا بھی ہے۔ مرکز اپنے آپ کو نہیں چھڑوا پاتا ہے کہ میں اس سے نکل جاؤں گا۔ جناب چیئرمین! اس کو ہمیں serious لینا ہوگا، اس کو ہم نے serious دیکھنا ہوگا۔ مجھے تو آج پتہ چلا ہے کہ میں تو treasury benches میں نہیں بلکہ opposition میں گنا جا رہا ہوں اور بہت خوشی کی بات ہے۔ انتہائی احترام کے ساتھ ، ہم آپ کے ساتھ ہیں، ہم آپ کے اتحادی ہیں، چلیں ٹھیک ہے آپ ہمیں سنتے بھی نہیں، آپ نے جو عزت

دینی ہے وہ دیتے بھی نہیں ہو لیکن پھر بھی ہم نے کہا کہ نہیں ہمارا اتحاد ہے، حکومت ہے، ملک ہے ہم نے ساتھ چلنا ہے۔ جو اچھے decisions ہیں اس میں ہم نے ہمیشہ آپ کا ساتھ دیا ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ کہاں پر ہم پیچھے رہے ہیں لیکن افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ اس رویے کو دیکھ کر انتہائی افسوس ہوا، بہت ہی افسوس ہوا، دل دکھا اس بات سے کہ ابھی تک ان کو یہ نہیں پتہ ہے کہ ہم treasury میں ہیں یا opposition میں ہیں۔

جناب چیئرمین! یہ رویہ دیکھ کر میں کیا اخذ کروں۔ بلوچستان اس وقت آگ میں جل رہا ہے۔ اگر میں بات کروں پنجاب کی، پنجاب میرا گھر ہے، میرا بھائی ہے، وہاں پر میرے ہی عزیز رہتے ہیں، میرے قریبی رہتے ہیں، آپ میرے بھائی ہو لیکن اگر آپ پنجاب کی صورت حال کا بلوچستان کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں تو میں اس میں آپ کی مخالفت کروں گا، بالکل میں آپ کی مخالفت کروں گا بلوچستان کا interior دیکھ لیں کہ انسان اور جانور ایک جگہ سے پانی پیتے ہیں کیا اس پر آپ کو افسوس نہیں ہوتا، پہننے کے لیے اس کے پاس چپل نہیں ہے۔ صرف کوئٹہ تو نہیں ہے کہ میں کوئٹہ کی بات کروں گا interior کو بھی تھوڑا دیکھ لیں۔

آپ نے بارڈر کی بات کی ہے، بالکل میں آپ کی بات مان لیتا ہوں لیکن ایک بات کروں گا آپ نے لاکھوں گھرانوں کو بے روزگار کر دیا۔ یہ بات آپ نوٹ کر لیں آپ سن لیں آپ نے جو روزگار ان سے چھینا ہے، میں آپ کو پھر یہ بتا رہا ہوں، یہ ایک ایٹم بم ہے جب بھی پھٹے گا آپ اس کو پھر face کریں گے۔ میری بات یاد رکھنا کیوں کہ آپ ان کے بچوں کے منہ سے نوالہ چھین رہے ہیں، وہاں پر لاکھوں، ہزاروں گھروں کی معیشت کا مسئلہ تھا۔ اب وہ کدھر جائیں گے؟ آپ کو بھی پتا ہے اور مجھے بھی پتا ہے، وہ کس ٹولے میں گھسیں گے؟ کس کے پاس جائیں گے؟ آپ بخوبی مجھ سے بھی زیادہ جانتے ہیں اور یا تو پھر میں جان بوجھ کر یہ اقدام کروا رہا ہوں کہ حالات اور بھی بگڑتے جائیں۔ خدارا، خدارا میں پھر سے بار بار کہہ رہا ہوں کہ آئیں مل بیٹھ کر ہم ان مسئلوں پر بات کریں، تمام پارٹیاں ایک دوسرے کے لیے محترم ہیں کوئی بھی کسی سے چھوٹا نہیں ہے۔ یہاں پر جتنے بھی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں سب کے قد ہیں، شخصیت ہیں، پارٹیاں ہیں، اور تمام پارٹیوں کی عزت و وقار ہے لیکن اتنا بھی نہ کریں کہ آپ کو ابھی تک یہ پتا نہیں کہ میں Opposition میں ہوں یا treasury bench پر ہوں۔

جناب والا! بلوچستان کے حوالے سے میں ایک بار پھر کہوں گا کہ آپ اس کو serious لیں، میں نے کچلاک والا واقعہ رکھا ہے، اس پر تو مجھے کوئی بھی جواب نہیں ملا۔ میں نے آپ سے request کی کہ آپ اسے Interior میں بھجوائیں۔ اس طرح کے جو بھی واقعات ہیں، سیلاب میں جو نقصانات ہوئے۔ آپ نے سیلاب کے حوالے سے بلوچستان کے لیے کیا کیا؟ اس وقت بلوچستان جن حالات سے گزر رہا ہے، آپ نے سیلاب کے حوالے سے بلوچستان کے لیے کیا کیا؟ آپ نے تو بلوچستان میں آکر یہ کہا کہ آپ کے آفیسر نااہل ہیں میں آپ کو آفیسر باہر سے لا کر دوں گا۔ میرے خیال سے وہاں پر یہ کہنا تذلیل والی باتیں ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ اس کو Interior Committee میں۔۔۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: جی مائیک کھلا ہوا ہے۔

جناب عطاء اللہ تارڑ: جناب چیئرمین! میری ایک گزارش ہے۔ سینیٹر منظور صاحب نے ایک particular واقعے کا جو ذکر کیا۔ آپ اسے کمیٹی میں بھیجیں گے وہ وہاں جائے گا اور کمیٹی کی meeting ہوگی۔ اگر یہ مناسب سمجھیں اور agree کریں اگر یہ میرے پاس chamber میں تشریف لے کر آئیں ہم IG کو کال کرتے ہیں اور ہم ابھی اس واقعے کا notice لیتے ہیں، چاہے یہ صوبائی معاملہ ہے دیکھیں بطور حکومتی وزیر کے میری یہ کوشش تھی، PTI کے ممبران بھی بیٹھے ہیں۔ ایک اجتماعی بات کی جائے کہ بگاڑ کیوں پیدا ہوا؟ ابھی میرے پاس chamber میں آجائیں، اگر chamber میں نہیں تو آپ کے آفس آجائیں، ڈپٹی چیئرمین صاحب کے آفس آجائیں۔ ہم ابھی IG کو کال کرتے ہیں اور ابھی اس کا notice جاری کرتے ہیں۔ کچلاک کے واقعے کے حوالے سے ان کو مطمئن کرنا میری ذمہ داری ہے۔ اگر یہ agree کرتے ہیں تو ہم ابھی اس معاملے کو بھی حل کر لیتے ہیں۔

جناب چیئرمین: سینیٹر عمر فاروق۔

سینیٹر عمر فاروق: جناب چیئرمین! میں وزیر صاحب سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ Information and Broadcasting کے وزیر ہیں۔ یہاں پر مسئلہ Interior کا چل رہا ہے، پچھلی بار بھی Interior Minister Sahib یہاں پر دو منٹ بات کر کے چلے گئے

ہماری تو بات سنتے ہی نہیں ہیں۔ اگر ان کا جواب آپ دے رہے ہیں تو پھر کم از کم آپ study تو کریں۔ آپ کو کچلاک کا پتا ہے؟ کہاں پر ہے کچلاک؟ آپ نے کچلاک دیکھا ہی نہیں ہے۔ آپ کو ہمارے بلوچستان کے آفیسروں کا پتا ہے؟ آپ کا ہر DC وہاں پر ریٹائرڈ کیپٹن یا میجر لگا ہوا ہے۔ آپ ہمارے بلوچستان میں پنجاب کے سارے افسران اٹھا کر لائے ہیں، آپ ہمارے local officers کو چھوڑ دیں، ان کو local areas کا پتا ہے، ان کو local لوگوں کا پتا ہے۔ آپ سارے آفیسر لاتے تو پنجاب سے ہیں اور ان کو ہم پر مسلط کرتے ہیں۔ ہم آپ کے chamber میں آکر Broadcasting کے Chamber سے ہم IG کو کال کریں گے کیوں کریں گے؟ Interior Minister کو بلالیں یا سینیٹ اس لائق نہیں ہے کہ یہاں پر ہم Interior Minister کو نہیں بلا سکتے؟

جناب چیئرمین: اس پر ہم یہ کریں گے۔۔۔

(مداخلت)

سینیٹر عمر فاروق: کس کی ministry کی؟ آپ مجھے یہ بتائیں کہ Broadcasting پر جب پنجاب میں media persons کو کھلم کھلا دھمکی دی گئی تو آپ نے کیا کیا؟ آپ نے اس پر کوئی action لیا ہے؟ کیسی بات چل رہی ہے۔

جناب چیئرمین: اس میں میں وزیر صاحب سے کہوں گا۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: ابھی بات نہ کریں میں بتاتا ہوں، میں حل بتاتا ہوں۔ اس کا حل یہ ہے کہ اس پر وزیر صاحب to the House, Parliament میں Law and Order کی situation کے متعلق briefing دیں اور specially ان areas میں جہاں پر یہ۔۔۔

سینیٹر عمر فاروق: جناب والا! اس briefing میں یہ بھی ہو بلوچستان میں انہوں نے پنجاب کے کتنے آفیسر تعینات کیے ہیں؟

جناب چیئرمین: جب briefing ہو گی وہ سارا کچھ ہو گا، شکریہ۔ Next, یہی بات ہے یا اس کے علاوہ بات کرنی ہے؟

(مداخلت)

جناب چیئرمین: Briefing کا وقت وزیر صاحب کو کہہ دیں گے کہ وہ وزیر اعظم صاحب سے بات کریں۔

Order No. 03. Senator Saleem Mandviwalla, Chairman, Standing Committee
on Finance and Revenue, may move Order No.03.

Presentation of Report of the Standing Committee on Finance and Revenue on [The Banking Companies (Amendment) Bill, 2024]

Senator Saleem Mandviwalla: I Senator Saleem Mandviwalla, Chairman, Standing Committee on Finance and Revenue, present report of the Committee on the Bill further to amend the Banking Companies Ordinance, 1962 [The Banking Companies (Amendment) Bill, 2024].

Mr. Chairman: Report stands laid. Order No.04. Senator Saleem Mandviwalla, Chairman, Standing Committee on Finance and Revenue, may move Order No.04.

Presentation of Report of the Standing Committee on Finance and Revenue on [The State Bank of Pakistan(Amendment) Bill, 2024]

Senator Saleem Mandviwalla: I Senator Saleem Mandviwalla, Chairman, Standing Committee on Finance and Revenue, present report of the Committee on the Bill further to amend the State Bank of Pakistan Act, 1956 [The State Bank of Pakistan (Amendment) Bill, 2024], introduced by Senator Mohsin Aziz on 2nd September, 2024.

Mr. Chairman: Report stands laid. Order No.05. Senator Saleem Mandviwalla, Chairman, Standing Committee on Finance and Revenue, may move Order No.05.

Presentation of Report of the Standing Committee on Finance and Revenue on the Equal Scales of Salary and Allowances Bill, 2024

Senator Saleem Mandviwalla: I Senator Saleem Mandviwalla, Chairman, Standing Committee on Finance and Revenue, present report of the Committee on the Equal Scales of Salary and Allowances Bill, 2024, introduced by Senator Khalida Ateeb on 26th February, 2024.

Mr. Chairman: Report stands laid. Order No. 06. Senator Aimal Wali Khan and Hidayatullah Khan may move Order No.06.

Calling Attention Notice raised by Senator Hidayatullah Khan regarding the issue of hunger strike of teaching staff of the Balochistan University due to non-payment of salaries

سینیٹر ہدایت اللہ خان: شکریہ جناب چیئرمین ! اصل میں ہم نے توجہ مبذول کرانے کا نوٹس جو دیا ہے وہ اس بارے میں ہے کہ بلوچستان یونیورسٹی میں تدریسی عملے کی جو تنخواہیں ہیں وہ ان کو نہیں مل رہی ہیں۔ انہوں نے بھوک ہڑتال بھی کی تھی لیکن اس کے باوجود بھی ان کو banks سے کوئی دادرسی نہیں ہوئی۔

جناب والا ! ہم request کریں گے کہ ان کے ساتھ یہ سلوک روا نہ رکھا جائے اور ان کو اپنی تنخواہیں دی جائیں کیوں کہ ہر ایک آدمی کے گھر میں اخراجات ہوتے ہیں، بچے ہوتے ہیں ان کے بہت زیادہ expenses ہوتے ہیں، اس کے لیے وہ کیا کریں گے؟ اگر ایک تنخواہ دار کو تنخواہ نہیں ملے گی تو وہ بےچارہ پورے مہینے کا حساب کتاب رکھتا ہے اور اس پورے مہینے میں ان کو کوئی چیز نہیں ملتی اور ان کو نہ کوئی تنخواہ ملتی ہے، وہ یہ اخراجات کہاں سے برداشت کرے گا؟ میری یہ گزارش ہے آپ مہربانی کر کے ruling دیں یا اس مسئلے کو کمیٹی میں بھجوادیں۔ ہم وزیر برائے تعلیم کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ اس پر کام کرے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: جو movers ہیں اس پر صرف وہ ہی بول سکتے ہیں۔

(مداخلت)

جناب چیرمین: میں پہلے وزیر صاحب سے پوچھ لیتا ہوں، پہلے brief statement تو لوں۔

جناب عطاء اللہ تارڑ: جناب والا! اس کو کمیٹی میں refer کر دیں۔

Mr. Chairman: Referred to the Committee.

(Interruption)

جناب چیئرمین: عبدالقادر صاحب other than this پہلے آپ کے پارلیمانی لیڈر ہیں وہ بات کرلیں۔ سینیٹر عطاء الرحمٰن۔

Agenda is over we are only discussing on Public Importance, Yes please.

<u>Point of Public Importance raised by Senator Atta Ur Rehman Regarding the (a)Prevailing law and order situation in the country especially Balochistan and Khyber Pakhtunkhwa (b) High-handedness of the government regarding Constitutional amendment; and (c) Situation in Palestine</u>

سینیٹر عطاءالرحمٰن: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ (عربی) میرے انتہائی قابل قدر جناب چیئرمین! آپ کے بھی علم میں ہے اور ہمارے فاضل ممبران کے بھی علم میں ہے کہ یہاں ملک میں آئین میں ترمیم کی بات چلی ہے اور سیاسی منظر پر ایک بہت ہلچل شروع ہے۔ ملک کا تقریباً ہر طبقہ اس صورتحال سے پریشان بھی ہے اور مسلسل اس طرف متوجہ بھی ہے کہ یہ ووٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے؟ ادھر ہمارے ملک کے صوبوں کی جو صورت حال ہے جن میں بلوچستان اور خیبر پختونخوا، وہاں پر عوام مقامی حالات کی وجہ سے پریشان بھی ہیں۔ پنجاب اور سندھ کا تو شاید مجھے اتنا علم نہیں ہے لیکن ہمارے صوبہ خیبر پختونخوا میں کوئی بھی شخص کوشش کرتا ہے کہ دن چڑھے اپنے گھر پہنچے اور سفر کرنا انتہائی مشکل ہو چکا ہے۔ مختلف اضلاع کے حالات خراب نہیں خراب تر ہوتے جا رہے ہیں۔

کل بھی یہاں پر بات ہوئی، آج بھی ہمارے ساتھیوں نے گفتگو کی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہاں کی جو سیاسی صورت حال ہے اور ترمیم کی جہاں تک بات ہو رہی تھی، اس میں بھی صورت حال گھمبیر اُس وقت ہوئی جب ہماری مختلف سیاسی جماعتوں کے workers کو، ہمارے MNAs کو، ہمارے Senators کو لاپتہ کیا گیا۔ کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ ہمارے ممبران کہاں ہیں، کس حال میں ہیں، ان کی کیا صورت حال ہے؟ جس پر مختلف سیاسی جماعتوں کے بڑوں کے مختلف وفود ہمارے پارٹی لیڈر قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے پاس آتے رہے ہیں۔ جس میں پیپلز پارٹی، مسلم لیگ (ن)، تحریک انصاف کے معتبر ساتھی وہاں تشریف لاتے رہے ہیں اور صورت حال گھمبیر ہوتی جا رہی ہے۔

ایک ترمیم کے لیے پتا نہیں کون کون سے حربے استعمال کیے جا رہے ہیں۔ تو اس سے ایک اور position بنتی جا رہی ہے اور ایک اور سوچ بنتی جا رہی ہے کہ کیا ہمارے آئین میں ترمیم کے لیے بھی ہمیں اس صورت حال کا سہارا لینا پڑے گا؟ کیا آئین میں ترمیم کے لیے بھی ہمیں اپنی جان جوکھوں میں ڈالنی پڑے گی؟ کیا آئین میں ترمیم کے لیے بھی ہمیں سودا بازی کرنی پڑے گی؟ ہمارے اپنے جمعیت علمائے اسلام کے سینیٹر جناب عبدالشکور خان صاحب کل گھر سے دن گیارہ بارہ بجے نکلے ہیں اور اس وقت سے ان کے ساتھ کوئی رابطہ نہیں ہو رہا تھا۔ ان کے بھائی اور ان کے بیٹے وہاں مولانا صاحب کے پاس آئے اور روتے رہے کہ پتا نہیں ہمارے والد صاحب اور ہمارے بھائی صاحب کہاں ہیں۔ اسی طرح PTI کے یا دوسری جماعتوں کے MNAs لاپتہ ہیں۔ تو ایسی صورت حال میں اگر ہم ترمیم لائیں گے تو کیا اس کے بعد بھی یہ توقع کی جائے گی کہ opposition جماعتیں بھی ترمیم کا ساتھ دیں گی۔

ابھی جناب بلاول بھٹو صاحب تشریف لائے تھے، غالباً وہاں سے وہ حیدر آباد گئے ہیں اور فرما رہے تھے کہ میں چند گھنٹوں میں واپس بھی آ رہا ہوں۔ تو ہماری سیاسی قیادت یقیناً اس صورت حال سے پریشان ہے اور ہمیں اس صورت حال میں کیا کردار ادا کرنا ہے؟ آزادی کس چیز کا نام ہے؟ کیا ہم آزادانہ طور پر اس ترمیم کے بارے میں سوچ سکتے ہیں؟ کیا ہم اس ترمیم کے بارے میں قوم کو آگاہ کر سکتے ہیں کہ کس قسم کی ترمیم لائی جا رہی ہے؟ اس ترمیم کے جتنے بھی stakeholders ہیں، جس سے پتا کرو تو کہتے ہیں کہ ہمیں پوری صورت حال کا پتا اور علم نہیں ہے۔ اس میں کیا ہو رہا ہے اور

اس کو کب پیش کر رہے ہیں، نہ تو حکومتی ممبران کو پتا ہے کہ اس میں کیا کچھ ہے اور کیا کچھ نہیں ہے اور نہ opposition جماعتوں کے leaders کو پتا ہے۔ اب یہ معلوم نہیں ہے کہ کس کو علم ہے اور کس کو نہیں ہے۔ لہٰذا ایسی صورت حال میں اس پارلیمان کی وقعت کیا ہو گی؟ یہاں کے ممبران کی وقعت کیا ہو گی؟ ہماری position کیا ہو گی کہ ہم اس کے باوجود بھی بیٹھے ہیں کہ شاید کوئی ہم سے مشورہ کرے گا، کوئی پوچھے گا، کوئی بات کرے گا۔

کل میاں شہباز شریف صاحب بھی تشریف لائے تھے، بلاول بھٹو صاحب بھی تشریف لائے تھے اور یہ ساری صورت حال ہم نے ان کے سامنے رکھی کہ یہاں ہمارے ساتھ تو یہ ہو رہا ہے۔ افسوس کی بات تو یہ ہے کہ وزیراعظم صاحب بھی کہتے ہیں کہ میں جا کر پتا کروں گا اور میرے علم میں یہ چیزیں نہیں ہیں۔ انتہائی افسوس ہوتا ہے کہ اس صورت حال میں بھی اگر ملک کے ذمہ داروں کو پتا نہ ہو تو ہم کس کے پاس جا کر اپنا رونا روئیں۔ لیکن بہر کیف جو بھی صورت حال ہے اور جس طرح کی بھی صورت حال ہے، ہم نے کوشش کی ہے کہ ہم اپنے آئین کو بھی بچائیں، اپنے ملک کو بھی بچائیں اور حالات کو وہاں تک نہ لے جائیں کہ صورت حال بگڑ جائے اور کل ہم اور آپ بھی یہاں اس طرح اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر ایک دوسرے کے چہروں کو نہ دیکھ سکیں۔

لہٰذا اس تمام تر صورت حال میں parliamentarians کی، سینیٹ کے ممبران کی، خاص طور پر آپ کی، آپ کی جماعت کے بڑوں کی، ہمارے Prime Minister Sahab کی یا ان کی جماعت کے بڑوں کی ایک ذمہ داری بنتی ہے کہ اس مشکل وقت میں اگر ہم نے ملک کو بچانا ہے تو پھر تمام opposition کو اپنے ساتھ ملا کر چلنا ہے۔ ابھی بھی تحریک انصاف کے ساتھیوں کا مطالبہ یہ ہے کہ ہمیں اپنے leader کے ساتھ ملاقات کی اجازت دی جائے تاکہ ہم یہ صورت حال ان کے سامنے رکھیں اور جو کچھ جمعیت علمائے اسلام کی قیادت نے کہا ہے اور جو صورت حال بیان ہوئی ہے وہ ہم اپنی قیادت کے سامنے رکھیں۔ ان کی approval کے بعد ہم آ کر آپ سے گفتگو کریں گے۔

تو بہتر یہ ہو گا کہ اس صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ اس صورت حال سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جائے کہ اگر ہمیں کوئی راستہ مل رہا ہے بہتری کی طرف اور اس ترمیم کی طرف تو اس پر جمعیت علمائے اسلام نے ترمیم بھی دی ہے، اس پر محنت بھی کی ہے، کوشش بھی کی

ہے اور اس پر ہماری opposition کی جماعتوں نے اسے سراہا بھی ہے کہ واقعتاً جمعیت علمائے اسلام کی جو ترامیم ہیں وہ اس قابل ہیں کہ اس پر سوچ اور غور و فکر کیا جا سکتا ہے۔ تو لہٰذا میں یہ گزارش کروں گا کہ اس کی طرف متوجہ ہونا چاہیے حکومت کو بھی، اس کی طرف متوجہ ہونا چاہیے ہماری پارلیمان اور سینیٹ کے ممبران کو بھی کہ وہ اس صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اس صورت حال سے نکلنے کے لیے جو قوم کو پریشانی ہے وہ یہ ہے کہ ہم اس صورت حال سے کیسے نکلیں گے۔

ایک ہمارے اپنے اندرونی معاملات اور حالات ہیں اور ایک بین الاقوامی حالات ہیں۔ آج جو ہماری اطلاعات ہیں کہ فلسطین اور غزہ میں حماس کے ایک سربراہ کو شہید کر دیا گیا ہے لیکن یہاں حکومت اپنے بکھیڑوں میں ایسی پھنسی ہوئی ہے کہ سمجھ نہیں آتا کہ ہم کیا کریں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ یہاں ان کے لیے کوئی قرارداد آتی یا کوئی بات ہوتی تاکہ حماس اور غزہ کے مسلمانوں پر جو ظلم اور تشدد ہو رہا ہے، جو بمباری ہو رہی ہے، وہاں کے بچوں کو جس طرح قتل کیا جا رہا ہے، وہاں کی خواتین کو جس طرح بے پردہ اور قتل کیا جا رہا ہے، اس پر بات ہوتی۔ یہاں ہمیں بتایا جاتا کہ پاکستان کا role اس میں کیا ہے اور ہم کس طرف جا رہے ہیں۔

لہٰذا میں دست بستہ گزارش کروں گا کہ اس صورت حال میں ہماری سیاسی قیادت کو مل کر بیٹھنا چاہیے اور خاص طور پر یہاں ہمارے سینیٹ سے ایک ایسی متفقہ قرارداد جانی چاہیے کہ جس سے غزہ کا مسلمان یا فلسطین کا مسلمان یہ سمجھے کہ ہاں! ہمارے ہمدرد یا ہمارے غم میں شریک ہونے کے لیے کچھ لوگ موجود ہیں۔ میری یہ گزارش ہو گی کہ اس سلسلے میں اگر حکومتی ساتھی اور ہمارے opposition کے ساتھی مل کر کوئی ایسی قرارداد بنالیں، تو میرا خیال ہے کہ یہ ہمارے لیے بہتر ہو گا اور ہم مستقبل میں مملکت پاکستان کی سوچ اور فکر دنیا کے سامنے رکھ سکیں گے۔

جناب چیئرمین: ہماری APC ہوئی ہے اور پوری دنیا نے آپ کا point of view سنا ہے اور اس میں تمام جماعتیں شامل تھیں، except one. تو اس میں ہم نے بھرپور قرارداد پیش کی ہے on the level of all parties.

سینیٹر عطاء الرحمٰن: ایسی کوئی قرارداد ہمارے سامنے تو نہیں آئی ہے۔ لیکن بہر کیف اگر ہے تو بہت اچھی بات ہے اور ہم اس کو appreciate کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: اس میں مولانا صاحب بھی موجود تھے اور وہ Presidency میں ہوئی تھی۔

سینیٹر عطاء الرحمٰن: اگر وہ قرارداد سامنے لائی جائے اور وہ قرارداد یہاں سینیٹ سے بھی pass ہو جائے تو ہمارے لیے یہ بہت اچھی بات ہے۔ ہم تو اس چیز کو appreciate کریں گے۔

جناب چیئرمین: ان شاء اللہ۔ میں آپ سے رائے لینا چاہتا ہوں کہ ابھی ایک Committee کی meeting ہو رہی ہے اور Cabinet کی بھی meeting ہو رہی ہے۔ ہم اجلاس کو till 8 pm adjourn کر دیں تو Parliamentary Leader from the ruling party, آپ کی کیا opinion ہے؟

سینیٹر عرفان الحق صدیقی: جناب! اس میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن مولانا صاحب نے بڑی تفصیل سے گفتگو کی ہے، اگر آپ اجازت دیں تو میں تھوڑی سی بات اس پر بھی کر لوں۔ آپ کی تجویز درست ہے، ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، اگر ہمارا کوئی agenda نہیں ہے تو ایک گھنٹے کے لیے اجلاس adjourn کر دیں۔

جناب چیئرمین: نہیں، agenda ہے لیکن ابھی consensus evolve ہو رہا ہے۔

Senator Irfan-ul-Haque Siddiqui

سینیٹر عرفان الحق صدیقی: ہم پھر ایک گھنٹے کے لیے adjourn کر دیتے ہیں۔ سینیٹر عطاء الرحمٰن صاحب نے جس دردمندی اور وضاحت سے آئینی ترامیم کے حوالے سے گفتگو کی ہے، میں ان سے سو فیصد اتفاق کرتا ہوں۔ اس لیے کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہونی چاہیے جو خواہ مخواہ نزاع کا باعث بنے، تفریق کا باعث بنے، تقسیم کا باعث بنے اور دوریوں کا سبب بنے۔ آئین ہم سب کا ہے۔ اس وقت آئین پاکستان وہ دستاویز ہے جس نے ہمیں ایک چھتری کے نیچے رکھا ہوا ہے اور یہ 1973 سے وہ واحد دستاویز ہے کہ افتاد آئے، مارشل لاز آئے اور بڑے بڑے ہنگامے ہوئے لیکن اللہ کے فضل و کرم سے یہ دستاویز اپنی جگہ پر موجود ہے اور ان شاء اللہ موجود رہے گا۔ اس دستاویز میں حضرت کے والد گرامی کا بہت بڑا کردار ہے، پیپلز پارٹی کے بانی کا بہت بڑا کردار ہے اور جتنے بھی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، ان کے بڑوں کا اس آئین میں بڑا کردار رہا ہے۔ اس آئین کا تحفظ کرنا، اس

آئین کے تقدس کو بچانا، اس کے وقار کو بچانا اور اس کو برقرار رکھنا، ہم سب کی اجتماعی ذمہ داری ہے۔ ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں ہے اور اس پر کوئی اختلاف کر ہی نہیں سکتا۔

مجھے مولانا کی تمام باتوں سے اتفاق ہے اور حکومت اور جو شریک جماعتیں اس مخلوط حکومت کا حصہ ہیں یا کم از کم اتحاد کا حصہ ہیں، ان سب کی بڑی کاوش ہے کہ اس میں ایک اجتماعی consensus ہو جائے۔ اس کے لیے ہر سطح پر کوششیں ہوئی ہیں، سربراہان ملے ہیں۔ آج پارلیمنٹ کی کمیٹی کی دسویں meeting ہوئی ہے جس میں سید خورشید شاہ صاحب کی قیادت میں تمام جماعتوں کے پارلیمانی لیڈرز شامل ہیں، وہ اپنی جگہ کام کرتی رہی ہے۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے اس ساری جدوجہد میں بڑا مثبت کردار ادا کیا ہے، بڑا تعمیری کردار ادا کیا اور ایک بڑے کا کردار ادا کیا اور ناصحانہ کردار ادا کیا ہے۔

میں خود مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تھا، میری ان سے کوئی ڈیڑھ، دو گھنٹے کی تفصیلی ملاقات ہوئی تھی۔ ان کے نکات بڑے وزنی تھے۔ مجھے ان نکات میں کوئی سیاست نظر نہیں آئی اور نہ کوئی point scoring نظر آئی۔ وہ چاہتے تھے کہ ہم معاملے کو اس طرح آگے لے کر جائیں کہ کسی کو اختلاف نہ ہو۔ ان کا دوسرا نکتہ تھا کہ اس میں جلد بازی نہ کریں اور ہم وسیع تر اتحاد اور اشتراک کی کوشش کریں۔ مجھے اس وسیع تر اتحاد اور اشتراک میں حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو خراج تحسین پیش کرنا ہے۔ میرا ان سے بڑا دیرینہ عقیدت مندی کا رشتہ ہے اور مولانا اس رشتے کو جانتے ہیں۔

جناب! انہوں اس سارے معاملے میں جس بصیرت، تدبر اور سیاسی حکمت کا مظاہرہ کیا، ہم اس کی داد دیتے ہیں۔ آج اس لمحے تک ہماری کوشش یہی ہے کہ مولانا اور ان کے ارکان نہ صرف ہمیں vote دیں، ہمیں معاملات کو آگے لے جانے میں ان کا ساتھ، سرپرستی اور راہ نمائی اور تدبر چاہیے۔ ملک میں سیاسی استحکام پیدا کرنے کے لئے مولانا کو ہم اپنے ایک بڑے کے طور پر اپنے ساتھ رکھنا چاہتے ہیں، یہ صرف ان کے votes کا معاملہ نہیں ہے۔

جناب! اس میں دوسری بات یہ ہے، میں نہیں سمجھتا کہ کم از کم 25 ترامیم ہو چکی ہیں اور تیرھویں ترمیم کے بعد یہ سلسلہ شروع ہوا کہ اتفاق رائے پیدا کیا جائے۔ اس وقت میاں محمد نواز شریف وزیراعظم تھے، محترمہ بے نظیر بھٹو شہید قائد حزب اختلاف تھیں اور ہم نے یہ منظر اپنی

سیاست کی کتاب میں پہلی مرتبہ دیکھا کہ وزیر اعظم تقریر کر رہا ہے اور اس ساتھ قائد حزب اختلاف تقریر کر رہی ہیں۔ اس ترمیم پر ایک ہی موضوع پر حمایت بھی ہوتی ہے اور وہ consensus سے ہو جاتا ہے۔ ہم نے چودھویں ترمیم consensus سے کی۔ ہمارے درمیان اختلافات بھی رہے، شکر رنجیاں بھی رہیں اور بڑی دوریاں بھی رہیں لیکن ہم نے یہ روایات بھی ڈالیں، ہم نے میثاق جمہوریت بھی کیا۔ ہم وہ spirit آج بھی برقرار رکھنا چاہتے ہیں، حکومت نے کوئی جلد بازی نہیں کی۔

آپ کو پتا ہے کہ بلاول بھٹو صاحب نے بھی اس میں نہایت سرگرمی سے کردار ادا کیا۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ وہ کتنی مرتبہ مولانا کے پاس گئے، کتنی مرتبہ وزیر اعظم چل کر گئے ہیں، مولانا خود چل کر گئے ہیں، ایوان صدر میں ملاقاتیں ہوئی ہیں، مولانا رائے ونڈ میں تشریف لے گئے ہیں۔ یہ ساری ایک مشترکہ جدوجہد ہے، ایک مشترکہ کاوش ہے اور مشترکہ کاوش کے مقصد میں نہ کوئی مولانا کا سیاسی مفاد ہے، نہ کوئی ہمارا سیاسی مفاد ہے اور ہمارے ساتھ جو جماعتیں شریک ہیں، نہ کوئی ان کا سیاسی مفاد ہے۔ ہماری التماس کی وجہ سے انہوں نے اپنے اپنے ایجنڈے پس منظر میں رکھ دیے ہیں کہ ٹھیک ہے کہ بے شک ان کو بعد میں دیکھ لیں گے۔

جناب! ہم نظام انصاف کی اصلاح چاہتے ہیں، عدالتی نظام کی اصلاح چاہتے ہیں اور اس کی وجوہات ہیں جو مولانا بہت اچھی طرح جانتے ہیں، مجھ سے زیادہ جانتے ہیں کہ یہ کیوں چاہتے ہیں۔ میں مولانا کے تمام ارشادات اور ملفوظات کو سننے کے بعد ان کو یقین دلاتا ہوں کہ آخری لمحے تک آج کمیٹی میں اتفاق رائے ہوا ہے۔ حضرت کی جماعت کی ایک نمائندہ خاتون اس کمیٹی کی رکن ہیں، وہ موجود تھیں۔ ایک draft جس میں مولانا کے نمائندے کی منظوری شامل تھی، وہ draft منظور ہو گیا ہے۔ آج یہ ایک بڑی پیشرفت ہوئی ہے، اس سے کوئی ایک بھی اختلافی vote نہیں آیا حتیٰ کہ اس میں PTI کے عامر ڈوگر صاحب بھی موجود تھے۔ انہوں نے بھی کہا کہ ہمیں عمومی اتفاق ہے لیکن میں ایک پارٹی کی نمائندگی کرتا ہوں اور مجھے اس سے رائے لینی پڑے گی۔ Anyhow حضرت! ہماری کاوش، کوشش، خواہش اور آرزو یہی ہے کہ آپ سب اور حزب اختلاف کی سب سے بڑی جماعت بھی اس میں آئے اور وہ شامل ہوں، ایک اچھے بڑے مقصد کے لیے آئے۔

جناب! اڈیالہ جیل میں ہماری ایک کمیٹی کی meeting تھی اور ہم وہاں پر گئے اور وہاں پر پتا چلا۔ میں نے جب IG سے پوچھا کہ جب ایک شخص سیشن کورٹ سے سزا پاتا ہے اور اس کو عمر قید کی سزا ہو جاتی ہے یا پھانسی کی سزا ہو جاتی ہے تو اس کی اپیل Supreme Court of Pakistan میں جاتے جاتے کتنا وقت لیتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کم از کم دس سے بارہ سال لگ جاتے ہیں تو وہ دس سے بارہ سال وہاں پڑا رہتا ہے اور تیرھویں سال پتا چلتا ہے کہ یہ بے گناہ تھا اور معصوم تھا۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو ہمیں pinch کرتی ہیں۔ حضرت میں دعوے سے یہ کہتا ہوں جب یہاں پر تفصیلات سامنے آئیں گی اور جب یہاں پر ترمیم آ جائے گی، کوئی ایک نکتہ، شق اور clause ایسی نہیں ہے جو کسی کے بنیادی حق پر ضرب لگاتی ہو یا عدلیہ کی آزادی کے منافی ہو۔ یہ سب کہنے اور سننے کی باتیں ہیں۔ ان شاء اللہ ہمیں حضرت کی سرپرستی، دعائیں اور دوا دونوں چیزیں چاہئیں اور ماشاء اللہ دونوں چیزیں آپ کی جیب میں موجود ہیں، دوا بھی ہے اور دعا بھی ہے۔ ان شاء اللہ ہم ان سے مل کر یہ کریں گے۔

جناب! آپ نے جو آخری بات فلسطین کے حوالے سے کی اور چیئرمین صاحب نے بجا طور پر نشان دہی کی ہے۔ یہاں ایوان صدر میں All Parties Conference ہوئی، President نے اس کا انعقاد کرایا اور مولانا نے اس میں شرکت فرمائی اور مولانا نے وہاں پر بہت خوبصورت اور جامع تقریر کی، غالباً وہ اس کانفرنس کا حاصل تھی۔ وہاں پر سوائے ایک جماعت PTI کے تمام جماعتوں نے شرکت کی اور اس سے اظہار یک جہتی کیا۔ جناب! یہ ہفتہ، دس دن پہلے کی بات ہے۔ میں اس طرف آتا ہوں، ایسے واقعات مسلسل ہو رہے ہیں اور ہر روز ہو رہے ہیں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے، ہمیں اس کے لیے دعا بھی کرنی چاہیے، اگر قرارداد لانی ہے تو بالکل قرارداد لائیں۔ ہم اگر اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ ان کے حق میں یہاں پر بول سکتے ہیں یا قرارداد لا سکتے ہیں تو ہم کس کام جوگے ہیں۔ لہٰذا، ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ آپ ضرور ڈرافٹ کریں، ہماری مدد چاہیے ہم آپ کے ساتھ ہیں، قرارداد لانا چاہتے ہیں لائیں، ان کی شہادت پر دعا خیر کریں ان کی دعا مغفرت فرمائیں۔ مولانا صاحب یہ چیزیں تو غیر متنازع ہیں ان پر تو دو رائے ہے ہی نہیں۔ ان کے لہو میں ہمارا لہو شامل ہے۔ ان کے بچوں، خواتین، ماؤں بہنوں، بیٹیوں کے ساتھ جو سلوک ہو رہا ہے اس پر ہمارا دل خون کے آنسو روتا ہے۔ اگر ہم ایک قرارداد کو منظور کر لیں گے چند الفاظ لے کر اور وہ بھی نہیں

کر سکتے تو پھر میرا خیال ہے کہ ہم سب کے لیے ملامت کی جگہ ہے۔ اس سلسلے میں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ جناب چیئرمین! بہت بہت شکریہ۔

Mr. Chairman: Thank you. Senator Bilal Ahmed Khan Sahib.

Point of public importance raised by Senator Bilal Ahmed Khan regarding derogatory remarks about Pashtuns in O-level Urdu book

سینیٹر بلال احمد خان: بہت شکریہ جناب چیئرمین! میں آپ سب کی توجہ ایک اہم بات کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں۔ یہ ایک اردو کی کتاب ہے۔ ہمارے پاکستان میں o-level کے کورس میں پڑھائی جاتی ہے۔ یہ بالکل fresh edition ہے، غالباً اس سال اس کو publish کیا گیا ہے۔ شازیہ اسلام اس کتاب کی author ہیں۔ شازیہ اسلام نام کی ایک خاتون ہے جس نے یہ کتاب لکھی ہے، چونکہ یہ اردو کی کتاب ہے، اس کتاب میں بہت سارے موضوعات ہیں، جس میں بچوں کو خط نویسی، مضمون نویسی، جملے بنانا جس طرح syllabus کی کتابوں میں ہوتے ہیں وہ تمام چیزیں ہیں۔ اس خاتون نے کچھ تاریخ کو بھی شامل کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاریخ کے حوالے سے اگر اس کتاب کو پڑھیں اور تاریخ کے صفات میں دیکھیں۔۔۔

(اس موقع پر جناب ڈپٹی چیئرمین، سینیٹر سیدال خان کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی چیئرمین: اسلام وعلیکم! جی سینیٹر بلال احمد خان صاحب۔

سینیٹر بلال احمد خان: اس خاتون نے پاکستان میں رہنے والی ایک قوم جس سے میرا تعلق ہے ،جس سے اس ہال کی چھت کے نیچے بیٹھے ہوئے بہت سے لوگوں کا تعلق ہے چاہیے وہ ان benches میں بیٹھے ہوں یا galleries میں ہوں یا اس ہال سے باہر پاکستان میں رہنے والے پشتون قوم کے بارے میں اس خاتون نے کچھ نازیباالفاظ استعال کیے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں اس بارے میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس خاتون نے پشتون قوم کے حوالے سے اردو کی کتاب میں اس طرح کے الفاظ کی تو دور کی بات ہے کسی قوم کا ذکر کرنا کسی طور پر بھی جائز نہیں یا کسی طور پر اس کتاب میں آ نہیں سکتا۔ مجھے معلوم نہیں کہ اس خاتون نے پشتون قوم سے کیا پوچھنا یا بتانا تھا۔ اس خاتون نے اردو کتاب میں صرف پاکستان میں رہنے والی ایک پشتون قوم

کے بارے میں الفاظ استعمال کیے ہیں۔ آپ اس کتاب کو پڑھیں گے یا جو بھی اس کو دیکھے گا، اس کتاب میں ملک میں رہنے والی کسی اور قوم کا ماسوائے پشتون کے کوئی ذکر نہیں ہے۔

جناب چیئرمین! میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس کتاب کے کل 482 صفات ہیں۔ یہ خاتون صفحہ نمبر 374 پر لکھتی ہیں کہ پشتون قوم کے رسم ورواج، رہنے سہنے اور روزگار کا طریقہ کار سب اس میں بیان کیا گیا ہے۔ میں بحیثیت پٹھان، پشتون اس طرح کے الفاظ کو استعمال کرتے ہوئے بڑا عجیب محسوس کر رہا ہوں۔ یہ الفاظ اپنی قوم کے بارے میں میرے منہ سے نکل نہیں رہے کہ جتنے تذلیل آمیز الفاظ اس خاتون نے اپنی اس کتاب میں پشتون قومیت کے لیے استعمال کیے ہیں۔ ان کو میں نے خود پڑھا ہے مجھ جیسا شخص بھی سوچنے پر مجبور ہوا ہے کہ ان الفاظ کو لکھنے کی یا غلط الفاظ کے لیے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ خاتون کیا حاصل کرنا چاہتی ہیں؟ ان لفاظ سے کیا پیغام دینا چاہتی ہیں؟ ان الفاظ سے قوم کے جذبات کو ابھارنے سے کیا حاصل ہوگا؟

اس سے پہلے بھی اگر تاریخ اٹھائیں، میں نام نہیں لوں گا ایک اور قوم کے بارے میں درسی کتابوں میں باقاعدہ لکھا گیا تھا جس طرح پشتون قوم کے لیے لکھا sameاسی طرح کے الفاظ اس قوم کے بارے میں بھی لکھے گئے تھے۔ اس طرح کے الفاظ کو کسی قومیت کے ساتھ جوڑنا اور بچوں کو پڑھا کر ان کے ذہنوں میں کیا ثابت کرنا چاہتی ہیں؟ کیا راستہ دیکھنا چاہتی ہیں؟

جناب چیئرمین! کیا آپ کو معلوم نہیں ہے آج سے 35 ,30 سال پہلے ہمارے تعلیمی syllabus کو دھیرے دھیرے تبدیل کیا گیا ہے؟ اس کے اثرات آج ہم بھگت رہے ہیں۔ اس دور کے syllabus کو جب میں نے بچپن میں پڑھا تھا تو میں اسلامیات کی جگہ دینیات پڑھتا تھا۔ میری کتاب کے اوپر دینیات لکھا گیا تھا لیکن آج جب میں اپنے بچوں کے سکول کی کتابوں کو خریدنے جاتا ہوں تو اس میں مجھے صرف اسلامیات لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ کیا اس ملک میں صرف اسلامیات ہی رہ گئی ہے؟ کیا اس ملک میں صرف اسلام کے ماننے والے لوگ بستے ہیں؟ کیا ہم صرف اسلام کے متعلق جاننا چاہیں گے؟ کیا دنیا میں دیگر مذاہب نہیں ہیں؟ ان کے بارے میں ہمیں معلوم نہیں کرنا ہے کہ وہ کس طرح سے جیتے ہیں، وہ کس طرح سے زندگی گزارتے ہیں، ہم کس طرح سے جیتے ہیں۔ ہم مسلمان کس طرح سے اپنی زندگی گزارتے ہیں؟ کیوں ہمارے syllabus کو محدود کر کے دینیات سے اسلامیات لا کر کھڑا کر دیا گیا؟

ہم سب جب پڑھتے تھے تو اس وقت ہم معاشرتی علوم پڑھتے تھے۔ معاشروں کے بارے میں جان کاری ہوتی تھی۔ معاشروں کے متعلق ہمیں پڑھایا جاتا تھا۔ آج وہ معاشرتی علوم صرف مطالعہ پاکستان پر آ کر رک گیا۔ کیا ہم صرف پاکستان کی حد تک محدود ہو کر رہ گئے ہیں؟ کیا ہمارا ایجوکیشن سسٹم پاکستان کی حد تک محدود ہو کر رہ گیا ہے؟ پاکستان میں بھی اس طرح کی کتابیں پڑھنا کہ پاکستان میں رہ کر باقی سب چیزیں رہ گئی ہیں، دوسرے مذاہب، دوسری اقوام رہ گئی ہیں، ہم صرف اپنی قوم کے متعلق اس طرح کے غلیظ الفاظ استعمال کرنا شروع کر دیں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ان الفاظ کو استعمال کرنے سے کسی قوم کی تذلیل ہوئی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ پشتون قوم کی تذلیل کی گئی ہے۔ ان الفاظ کے استعمال کے بعد بھی اگر کوئی یہ سمجھے کہ کوئی پیار اور محبت سے رہنا چاہے گا تو مجھے نہیں لگتا کہ کوئی ایسی سوچ رکھے گا۔ جناب چیئرمین! میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ اس کتاب میں پشتون قوم کے لیے کیا لکھا گیا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی، سینیٹر بلال احمد خان صاحب۔

سینیٹر بلال احمد خان: جناب چیئرمین! میں بار بار یہ کہہ رہا ہوں کہ میرے منہ میں الفاظ نہیں آ رہے۔ میں اپنے تمام ساتھیوں کو معذرت کے ساتھ خاص کر اپنی پشتون قوم سے یہ الفاظ میرے منہ سے نکل رہے ہیں۔ خاتون کہتی ہیں کہ یہ لوگ روزگار کے لیے ڈاکے ڈالتے ہیں۔ یہ لوگ روزگار کے لیے اپنے بچوں کو مار دیتے ہیں یا پھر ڈاکے ڈالیں گے۔ یہ کس جگہ پر ہوا ہے، پاکستان میں کس پشتون ایریا میں پشتون tribe میں ایسا کیا ہے؟ اور کس کے ساتھ ایسا کیا ہے ثابت کریں؟ خاتون کہتی ہیں جب تک حملہ آور نہ ہو قافلوں پر ان کا گزر بسر نہیں ہوتا۔ آج کے دور میں کس قافلے پر کسی پشتون قوم کے لوگوں نے حملہ کیا ہے اور اپنے روزگار کا ذریعہ بنایا ہے۔ ہمیں یہ بتایا جائے کہ اس کتاب کو publish کرنے والے publisher کا کوئی اس طرح کا mechanism ہے کہ وہ اس کتاب کو پڑھے کہ اس میں کس کے متعلق، کس قوم کے بارے اور دین کے متعلق کیسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، ان کے اثرات کیا ہوں گے۔ یہ پوری کتاب شائع ہو چکی ہے۔ اس سے پہلے بھی اس کتاب میں، اسی author نے اس طرح کے الفاظ استعمال کیے تھے، جس پر انہوں نے معذرت کی تھی اور کہا تھا کہ next edition میں ایسا کچھ نہیں ہو گا لیکن fresh edition جو ابھی شائع ہوا ہے اس میں دوبارہ اس طرح کے مغلظات بکے گئے ہیں۔

یہ O'level کی کتاب ہے، ہمارے معاشرے میں، ہمارے علاقے میں اور ہمارے ملک میں O'level ایک status symbol سمجھا جاتا ہے، وہ status symbol جو high class کے لوگ اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں۔ اس کتاب میں ایسا سب کچھ لکھ کر کیا آپ ان high class کے لوگوں کو پشتون قوم سے نفرت کی طرف لے کر جا رہے ہیں۔ کیا آپ ان کو بتانا چاہتے ہیں کہ پشتون قوم اس طرح کی ہے۔ آپ یہ differences پیدا کرنا چاہ رہے ہیں اور اس کتاب کے توسط سے جو differences پیدا ہوں گے اس کا جوابدہ کون ہو گا۔ ایک خاتون آ کر یہ لکھتی ہے جس کے اثرات تمام اقوام پر پڑتے ہیں۔ اس خاتون کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ اس طرح کے الفاظ استعمال کرے۔ پھر اگر خدانخواستہ پشتون قوم ایسا کچھ کرتی بھی ہے تو بھی اس خاتون کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ syllabus کی کتابوں میں یہ سب شائع کرے۔ پہلی بات تو الحمد للہ پشتون قوم ایسی نہیں ہے، میں فخر سے کہتا ہوں کہ پشتون قوم جیسی قوم شاید ہی دنیا کے کسی خطے پر موجود ہو۔ مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں پشتون ہوں، میں پٹھان ہوں، میں پشتون قوم میں پیدا ہوا ہوں، پشتون قوم جیسی قوم اس خطہ زمین پر کوئی نہیں ہے۔

لیکن اگر یہ خاتون یہ سب کچھ ثابت کرنا چاہتی ہیں تو اس سے اس کا جواب لیا جائے۔ ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ آخر میں یہ خاتون یہ بھی لکھتی ہیں کہ گو کہ یہ بہادر بھی ہیں، گو کہ یہ حملہ آور بھی ہیں، گو کہ یہ اپنے روزگار کے لیے ڈاکا بھی ڈالتے ہیں، ہمارے روزگار کا ذریعہ ڈاکا ہے، آپ ذرا سوچیں کہ ہم اتنے خطرناک ہیں کہ ہم اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے ڈاکا ڈالتے ہیں۔ ہمیں دنیا میں اور کچھ نہیں آتا، ہمیں کوئی کام نہیں آتا، آپ کو پاکستان میں جتنے بھی پشتون نظر آتے ہیں انہیں ڈاکے کے علاوہ اور کچھ نہیں آتا ہے۔ اس کے باوجود وہ آخر میں اپنے ہی الفاظ کو چھپانے کے لیے اور اپنی غلط حرکت کو چھپانے کے لیے یہ بھی کہتی ہیں کہ یہ پھر بھی ملنسار ہیں، یہ بڑے مہمان نواز ہیں۔ ہم ڈاکا ڈال کر اس ہی ڈاکے سے ہم جو چیزیں حاصل کرتے ہیں ان سے ان کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔

اس طرح کی حرکتیں اور اس طرح کے معاملات کو کون دیکھتا ہے، ہمارے syllabus کو کون دیکھتا ہے، ہمارے education system جہاں اس طرح کی حرکتیں ہوتی ہیں اسے کون دیکھتا ہے اور اس کی کون اجازت دیتا ہے؟ اس کا کوئی تدارک ہو گا، اس کا کوئی سوال و جواب ہو گا

جناب چیئرمین؟اس خاتون سے کوئی پوچھے گا کہ اس نے ایسا کیوں کیا ہے؟ میری اس ایوان کے توسط سے آپ سے التماس ہے کہ اس کتاب پر فوراً سے پیشتر پابندی لگائی جائے۔ اس کو O'level syllabus سے فوراً نکالا جائے اور جب تک اس خاتون کو اس کی سزا نہ دی جائے۔ یہ الفاظ اور یہ topic جب آپ پڑھیں گے جناب چیئرمین تو دیکھیں گے کہ پاکستان میں رہنے والی سینکڑوں اقوام میں کسی سے متعلق ایک لفظ نہیں لکھا گیا ہے صرف پشتون قوم کو یاد کیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کتاب میں پشتونوں سے متعلق جو مغلظات بکے گئے ہیں اس پر پہلے معافی مانگی جائے، اس کے بعد اسے syllabus سے نکالا جائے اور اس کے بعد بچوں کو یہ کتاب پڑھانے کی اجازت دی جائے و گرنہ اس کتاب پر پابندی لگا کر اسے ban کر دیا جائے۔

اس کتاب کو شائع کرنے والے publisher جس کا address یہاں لکھا گیا ہے اس سے بھی پوچھا جائے کہ جب آپ یہ شائع کر رہے تھے تو آپ نے اس کی کتابت کی تو آپ نے نہیں پڑھا تھا کہ اس میں ایسے الفاظ کیوں استعمال کیے جا رہے ہیں۔ کیا آپ نے اس خاتون کو intimation دی تھی کہ آپ نے جو کچھ لکھا ہے آنے والے وقت میں اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ اس publisher اور اس خاتون دونوں کو کٹہرے میں لایا جائے۔ جناب چیئرمین! میں یہ کہوں گا کہ اس کتاب سے متعلق syllabus بشمول اس خاتون کو تعلیم کی کمیٹی میں بھیجا جائے اور جب تک یہ معاملہ clear نہ ہو اس کتاب کو O'level کے syllabus سے خارج کیا جائے اور اس پر پابندی لگنی چاہیے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی عرفان صدیقی صاحب۔

Senator Irfan-ul-Haque Siddiqui

سینیٹر عرفان الحق صدیقی: جناب سینیٹر صاحب نے بہت ہی اہم مسئلے پر بات کی ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں بہت سے ادارے ہیں جو ان کتابوں کو جو نصابی کتابیں کہلاتی ہیں ان کا جائزہ لیتے ہیں، ان کی approval دیتے ہیں، text book boards بنے ہوئے ہیں، اسلام آباد کے level پر بھی ہیں اور صوبوں کے level پر بھی ہیں لیکن پتا نہیں کہ یہ کتابیں کس چھلنی سے نکل کر آتی ہیں جس کے اندر کبھی کسی مسلک کے خلاف، کبھی کسی قومیت کے خلاف، کبھی کسی اور حوالے سے عصبیت ہوتی ہے، غلط information ہوتی ہے، توہین آمیز مواد ہوتا ہے اور اسے

کوئی check نہیں کرتا، وہ بچوں کو پڑھانا شروع کر دیتے ہیں اور خاص طور پر یہ ان private sector کے اداروں میں ہوتا ہے جو اپنی مرضی سے کتابیں لگاتے رہتے ہیں، اس کے پیچھے کچھ اور mafias ہوتے ہیں جن کی کتابیں approve ہوتی ہیں۔ یہ بڑا sensitive مسئلہ ہے جو میرے سینیٹر دوست نے اٹھایا ہے۔ اس کی thoroughly چھان بین ہونی چاہیے اور چھان بین کا طریقہ انہوں نے تجویز کر دیا ہے۔ آپ براہ کرم ruling دیں کہ اس مسئلے کو ہماری تعلیم کی کمیٹی کے سپرد کیا جائے، وہ اسے دیکھے، اس کے content کو دیکھے، اگر کوئی ماہرین بلانے ہیں انہیں بلائے، اس کے publisher کو بلائے، اس کے author کو بلائے، ان کالجوں کو یا ان اداروں کو جہاں یہ کتاب پڑھائی جا رہی ہے ان کو بلائے اور نہ صرف یہ کہ اس کتاب پر بندش لگے بلکہ جو لوگ جان بوجھ کر اس طرح کی چیزیں کرتے ہیں، نفرتوں کے بیج بوتے ہیں، اقوام کو اور لوگوں کو آپس میں ٹکراتے ہیں، پاکستانیوں کو تقسیم کرتے ہیں ان کے خلاف یہ کمیٹی ایک action propose کرے۔ تو میری یہ التماس ہو گی کہ آپ اسے Education Committee کے حوالے کریں اور اس پر وقت کی بھی قدغن لگائیں کہ وہ 15 دن کے اندر آپ کو اور اس ایوان کے سامنے ایک جامع رپورٹ پیش کرے۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی بشریٰ انجم بٹ صاحبہ، آپ اس بارے میں کچھ کہیں گی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پاکستان مختلف قومیتوں کا، مختلف زبانوں اور مختلف مسالک کا ایک گلدستہ ہے۔ چاہے پشتو زبان ہو، سندھی ہو، بلوچی ہو، چاہے پنجابی ہو، تمام قومیتوں کی زبانیں اور ان کا culture قابل احترام ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا ہے کہ Education Ministry کے ہوتے ہوئے اس طرح کی چیز کا ہونا، اس لیے Standing Committee on Education کے حوالے سے اس کتاب کی مصنفہ اور اس مواد کو چھاپنے والے کے خلاف نوٹس ہونا چاہیے اور اسے متعلقہ کمیٹی کو بھیجتے ہیں اور میری Senate Secretariat سے گزارش ہے کہ اسے سنجیدگی سے لیتے ہوئے اسے متعلقہ کمیٹی کو بھجوایا جائے۔ جی پروفیسر ساجد میر صاحب۔

Point of Public Importance raised by Senator Sajid Mir regarding the Israeli atrocities in the Gaza Strip

سینیٹر ساجد میر: بہت شکریہ، جناب چیئرمین! مولانا عطاء الرحمٰن صاحب تشریف فرما نہیں ہیں لیکن انہوں نے جانے سے پہلے ایک بہت ہی اہم موضوع پر اظہار خیال فرمایا۔ خاص طور پر انہوں

نے فلسطین اور غزہ کی جو بات کی ہے وہ ہم سب کے دلوں کی ترجمانی ہے۔ جناب چیئرمین! آج سے ایک سال پہلے اسرائیل کے مسلسل ظلم و ستم، زیادتیوں، قتل و غارت، فلسطینیوں کو گھر سے بے گھر کرنا، ان کے بچوں، عورتوں، بوڑھوں اور جوانوں کو مارنے کے رد عمل میں حماس نے 07 اکتوبر، 2023 کو ایک کارروائی کی۔ اس کے بعد انہوں نے اس کی بہت بڑی قیمت ادا کی ہے، چالیس ہزار سے زیادہ شہادتیں ہو چکی ہیں جس میں 20-19 ہزار کے قریب معصوم بچے بھی شامل ہیں، تقریباً غزہ کے سارے شہری اور باسی بے گھر ہوئے، انہیں وطن چھوڑنا پڑا، ادھر اُدھر پناہ لینی پڑی، camps میں جانا پڑا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے، سوال دلوں میں اٹھتا ہے کہ حماس نے اسرائیل پر 7th October کے اس حملے سے پایا کیا اور کھویا کیا؟ میں سمجھتا ہوں سب سے بڑی چیز جو انہوں نے حاصل کی ہے وہ اس تصور کو پاش پاش کرنے میں کامیاب ہوئے کہ اسرائیل invincible ہے۔ اس کو نہ فتح کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کو شدید نقصان پہنچایا جا سکتا ہے اس کا iron dome اور اس کی مسلح فوجیں اور اس کے پیچھے امریکہ کی مدد ہے جو اس کو طاقت ور بنائے ہوئے ہیں اور اس اندھی طاقت کی وجہ سے وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ جس طرح کا ظلم چاہے ڈھا سکتا ہے۔ اس تصور کو حماس نے 7th October کے حملے سے پاش پاش کیا، ختم کیا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ فلسطینیوں کے حقوق کی بازیابی، ان کو عزت اور امن کے ساتھ اپنے گھروں میں رہنے کا موقع ملنا یاد دینا۔ اس مسئلے کو دنیا تقریباً فراموش کر چکی تھی، تقریباً بھول چکی تھی۔ اس مسئلے کو limelight میں لے کر آیا ہے حماس کا یہ حملہ اور حماس کی یہ کارروائی لیکن جیسے میں نے کہا کہ اس کے لیے انہوں نے بہت بڑی قیمت ادا کی ہے اور کر رہے ہیں۔ یحییٰ سنوار قابل قدر عظیم لیڈر تھے، رہنما تھے اور دنیا انہیں 7th October کے حملے کا master-mind بھی سمجھتی ہے جو بہت حد تک درست ہے۔ ان کی شہادت، حسن نصر اللہ کی شہادت، اسی طرح اسماعیل ہنیہ کی شہادت چالیس یا پچاس ہزار سے زائد شہادتوں میں یہ شہادتیں بھی شامل ہیں۔ یہ بہت بڑے نقصانات ہیں جو حماس کو اٹھانے پڑے بلکہ کہنا چاہیے مسلمانوں اور اہل فلسطین کو اٹھانے پڑے۔

اس لیے مولانا عطاالرحمٰن صاحب نے جو تجویز پیش کی ہے کہ ہم اس سلسلے میں اور کچھ نہیں کر سکتے تو کم از کم ایک مضبوط قرارداد Senate کی طرف سے لائیں۔ چیئرمین صاحب نے point out کیا یاد دلایا کہ APC، منعقد ہوئی تھی جس میں یہ ساری باتیں discuss ہوئیں

اور قرار دادیں بھی پیش ہوئیں لیکن ہمیں بھی اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔اس سے بڑھ کر اسلامی مسلمان حکومتوں کو اگر وہ اسرائیل کے خلاف جارحیت سے ڈرتی ہیں تو کم از کم اہل غزہ کا دفاع کرنا چاہیے۔ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ پاکستان جیسے ملکوں کو کم از کم غزہ کو فضائی coverتو میسر کرنا چاہیے۔ اسرائیل سے نہ لڑئیں لیکن اگر اسرائیل جارحیت کرتا ہے تو فضائی طور پر ان کا کم از کم دفاع کریں ان کو ایک فضائی چھتری دیں جس میں وہ کم از کم کچھ امن سے، آسانی سے اور آزادی سے رہ سکیں۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ مسلم ممالک سے بہت زیادہ، مغربی حکومتوں نے تو کچھ نہیں کیا وہ تو کھڑی ہیں اسرائیل کے ساتھ لیکن وہاں کی عوام نے جو بڑی بڑی demonstrations کی ہیں، مظاہرے کیے ہیں وہ یقیناً قابل تحسین ہیں، قابل داد ہیں اور اس سلسلے میں وہ ہم سے آگے نظر آتے ہیں۔ جس طرح سے انہوں نے اہل غزہ کے درد کو محسوس کیا ہے انسانی حوالے سے، انسانی ناطے سے میں سمجھتا ہوں وہ قابل تعریف ہے اور ہمیں اس سے سبق سیکھنا چاہیے۔ ان الفاظ کے ساتھ میں مولانا عطاالرحمٰن کے الفاظ کی تائید کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ پروفیسر صاحب۔ طلال چوہدری صاحب۔

Senator Muhammad Tallal Badar

سینیٹر محمد طلال بدر: بہت شکریہ۔ میری گزارش ہے کہ یقیناً یہ فلسطین والا جو معاملہ ہے وہ کہتے ہیں کہ:

تیرا میرا رشتہ کیا، لاالہ الااللہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان نے اس cause کو اپنے قائم ہونے سے لے کر آج تک پورا نبھانے کی کوشش کی ہے۔ ابھی بھی پاکستان کا role موجودہ crisis میں جب کہ دنیا کے جو بڑے بڑے leaders ہیں وہ اسرائیل کا نام لے کر condemn کرنے سے، مذمت کرنے سے، بات کرنے سے گریزاں تھے۔ پاکستان نے، پاکستان کی تمام سیاسی جماعتوں نے، پاکستان کے پارلیمنٹ نے اور خصوصاً وزیر اعظم پاکستان نے UN کی تقریر ہو، اپنی دو طرفہ ملاقاتیں ہوں یا پھر فلسطینی وہاں پر آئے ہیں اپنی تقریر کے لیے جب walk out ہو تو احتجاج صرف record نہیں کیا بلکہ SCO Conference میں وزیر اعظم پاکستان نے پاکستانی عوام کے جذبات کی ترجمانی بڑے بہترین انداز میں کی ہے اور یہ ہی نہیں کہ صرف قرار دادیں بلکہ عملی تقریریں ہوتی رہی ہیں۔

پاکستانی ہونے کے ناطے یہ میرے لیے فخر کی بات ہے کہ درجنوں medical studentsجن کے medical college and hospitalتباہ ہو گئے ہیں اور ان کو پوری دنیا میں کوئی بھی medical education completeکرانے کے لیے کسی نے سہارا نہیں دیا۔ ان تمام studentsکو پاکستان نے welcome کیا ہے اور کئی درجن studentsاس وقت پاکستان میں موجود ہیں۔ NGOsاور دوسری طرح پاکستان نے امداد وہاں تک پہنچائی ہے، ان کے لیے آواز اٹھا رہے ہیں اور یہ میرا اور آپ کا ہم سب کا فرض بنتا ہے کہ ہم اس کے لیے آواز اٹھائیں اور اس میں وزیر اعظم اور حکومت اس بات سے ہٹ کر کہ کس کی حکومت ہے اور کون وزیر اعظم ہے لیکن وزیر اعظم پاکستان نے فلسطین کے لیےUNہو اور کوئی بھی بڑی Conferenceہو even SCO ہر جگہ نہ صرف آواز اٹھائی ہے بلکہ اس کے ساتھ عملی اقدامات بھی کیے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں ایک اور موضوع پر بات کرنا چاہ رہا ہوں آپ کی اجازت سے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: جی.please

سینیٹر محمد طلال بدر: آج ایک دفعہ پھر Supreme Courtنے وضاحت کے نام پر ایک case کے متعلق clarificationیا وضاحت کی ہے اور یہ جو وضاحت پر وضاحت ہے اس نے اس فیصلے کو مزید مشکوک اور متنازع کر دیا ہے اور یہ وضاحت پاکستان میں Supreme Courtکی روایت نہیں ہے اور اس وضاحت کی timingجو ہے اس کی وجہ سے اس پر مزید سوالات بھی اٹھے ہیں۔ یہ وضاحت تب ہی آتی ہے جس دن پارلیمان کے دونوں Houses legislationکرنے کے لیے discussionکر رہے ہوتے ہیں۔ کیا اس وضاحت سے آپ Parliamentکی legislation کا جو حق ہے یا legislationکو متاثر کرنا چاہتے ہیں یا آپ کی timingجو ہے وہ کسی خاص جماعت کو seatsدینے کے لیے نہیں ہے ان کو seatsدے رہے ہیں جنہوں نے seatsمانگی بھی نہیں ہیں اور اس وضاحت سے آپ ایک خاص جماعت کو تقویت دے رہے ہیں۔ اس وضاحت نے نہ صرف اس پوری judgementکو مشکوک بنایا ہے بلکہ جج صاحبان ہمارے لیے محترم ہیں مگر اس طرح کے فیصلوں اور ان فیصلوں پر اس طرح کی وضاحتوں نے سارے وہ تو کہتے ہیں کہ judge neutralہوتے ہیں یا غیر متنازع ہونا چاہیے۔

اپنے آپ کو خود تنازع کا شکار کر رہے ہیں۔ اگر یہ وضاحت Election Commission نے مانگی تھی تو جو لوگ اس میں فریق تھے ان کو notice بھیج دیتے۔ کسی کو سن لیا جاتا اور کہا گیا کہ کوئی کراچی کے Chamber میں محترم جج صاحب بیٹھے ہیں، کوئی اسلام آباد کے Chamber میں بیٹھے ہیں اور وضاحت مشترکہ آ جاتی ہے۔

اس پارلیمنٹ کا یہ حق ہے،Parliament کو legislation سے کوئی نہیں روک سکتا اور اسی ادارے کی legislation سے Supreme Court نے جنم لیا ہے۔ ان کی تنخواہ سے لے کر ان کے پورے اختیار یا فیصلے دینے کے اختیار وہ سب کا سب اسی پارلیمنٹ نے دیا ہے۔ میری ایک دفعہ پھر گزارش ہو گی کہ یہ معاملہ صرف PML (N) یا versus کسی حکومت یا opposition کا نہیں ہے۔ یہ معاملہ پارلیمان کا ہے۔ اگر پارلیمان کا فیصلہ سب سے بہتر یا سب سے مقدس نہیں ہے تو پھر کس کا ہے؟ یعنی پارلیمنٹ کے بنائے ہوئے قانون کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کو implement نہ کیا جائے۔ ہمارا جو فیصلہ ہے جو کہ پارلیمنٹ کا بنایا ہوا ادارہ ہے اس کو implement کر دیا گیا ہے۔ یعنی آپ پارلیمنٹ سے اوپر چلے گئے ہیں۔ آپ کے فیصلے پارلیمنٹ کے قوانین سے اوپر ہیں۔ پارلیمنٹ کا بنایا ہوا قانون ہی survive کرے گا۔ اگر پاکستان میں کوئی آئین، قانون، جمہوریت یا پارلیمانی روایات ہیں۔ اس موقع پر جب پاکستان میں legislation پر بات ہو رہی ہے، میں بطور سیاسی کارکن احتجاج بھی کرتا ہوں اور یہ بڑا غیر مناسب وقت ہے۔ اس سے اس طرح محسوس ہوا ہے جیسے کوئی ادارہ پارلیمنٹ کے سامنے کھڑا ہونا چاہتا ہے۔ ہم اداروں کے تحفظ کے لیے، اداروں کو مضبوط کرنے کے لیے، اداروں کو غیر متنازعہ بنانے کے لیے اور عدلیہ کو reform کرنے کا حق بھی رکھتے ہیں اور ہمیں کرنا بھی چاہیے مگر اس طرح کی چیزوں کو ہم نے متنازعہ کیا ہے بلکہ عدلیہ پر بھی جو سوالات ہیں یا وہ جو ایک گروہ بندی کا تاثر ہے اس کو بھی مضبوط کیا ہے۔

جناب چیئرمین! میں دوبارہ کہنا چاہتا ہوں کہ پارلیمنٹ پہلے سے ہی بڑا restrain کا مظاہرہ کرتی ہے۔ یہ اسی فیصلے کی وجہ سے، مخصوص نشستوں کا فیصلہ نہ ہونے کی وجہ سے نہ صرف قومی اسمبلی نامکمل ہے بلکہ ہمارا ہاؤس بھی نامکمل ہے۔ اگر یہ notify ہو جاتے تو KP میں الیکشن ہوتا تو یہاں بھی یہ ہاؤس مکمل ہوتا۔ پارلیمنٹ کی جو privilege ہے اس کو بھی breach کیا جا رہا

ہے۔ میں دوبارہ یہ کہوں گا کہ ہمارا مقصد کسی ادارے سے کوئی لڑائی یا کسی ادارے کے سامنے کھڑا ہونا نہیں بلکہ اداروں کو تحفظ دینا اور reform کرنا، قانون سازی کرنا، کس وقت کرنی ہے، کب کرنی ہے اور کیوں کرنی ہے اس کا فیصلہ پارلیمنٹ کرے گی۔ اس کی راہ میں کوئی وضاحت یا فیصلہ رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ سینیٹر دنیش کمار صاحب۔

Point of Public Importance raised by Senator Danesh Kumar regarding the abduction of Priya Kumari

سینیٹر دنیش کمار: بہت بہت شکریہ۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ گزشتہ تین سال سے سنگرار جو کہ ضلع سکھر کا ایک گاؤں ہے وہاں سے ہماری ہندو برادری کی چھ سالہ معصوم بچی اغوا کی گئی ہے جس کا آج تک کوئی پتا نہیں کہ وہ کس طرح اغوا ہوئی ہے۔ جناب چیئرمین! محرم کے مہینے میں انہوں نے سبیل لگائی ہوئی تھی۔ محرم کے مہینے میں ہماری ہندو برادری وہاں پر سبیل لگاتی ہے۔ اس سبیل سے اس چھوٹی بچی کو اغوا کیا گیا ہے۔ آج تک اس کا کوئی پتا نہیں چل رہا ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ وہاں کی ہندو برادری نے کئی بار احتجاج کیا ہے۔ ہر جگہ پر وہ گئے ہیں اور سندھ کی حکومت نے انہیں یقین دہانی کروائی ہے۔ وہاں کے جو Home Minister ہیں انہوں نے یقین دہانی کروائی ہے۔ کافی مرتبہ انہیں کہا گیا ہے کہ جنہوں نے اس بچی کو اغوا کیا ہے وہ پکڑے گئے ہیں مگر آج تک وہ بازیاب نہیں ہوئی۔ جناب چیئرمین! FIR میں لوگ nominated ہیں اور وہاں پر آپ دیکھیں کہ پاکستان پیپلز پارٹی نے ہمیشہ اقلیتوں کا ساتھ دیا ہے۔ انہوں نے سینیٹ میں اقلیتوں کے لیے سیٹیں مختص کروائیں مگر مجھے افسوس ہو رہا ہے۔ پیپلز پارٹی کے دوستوں! میں آپ کو ہاتھ جوڑ کر خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ اس معصوم بچی کے اغوا میں سکھر کی ایک بہت بڑی شخصیت ملوث ہے۔ جس کا تانا بانا پیپلز پارٹی سے ہے۔ جس کی وجہ سے پاکستان پیپلز پارٹی بدنام ہو رہی ہے۔ خدارا! آپ سکھر سے پیپلز پارٹی کے اس راہ نما پر زور دیں کہ ان کے رشتہ داروں نے اس معصوم پریا کماری کو اغوا کیا اور آج تک ان کی قید میں ہے مگر اس کو بازیاب نہیں کروایا گیا۔ اگر کہا جائے کہ اس معصوم بچی نے مذہب تبدیل کیا ہے تو بھی اس کو سامنے لایا جائے تاکہ ان کے ماں باپ کو آسرا تو ہو۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے دوستوں! میں انسانیت کے ناطے خدا کا واسطہ

دیتا ہوں کہ اس معصوم بچی کی بازیابی کے لیے آپ اقدامات کریں اور اس راہ نما جس کا علی الاعلان نام لیا جارہا ہے اس سے آپ پوچھیں کہ انہوں نے اس بچی کو کہاں رکھا ہوا ہے۔

جناب چیئرمین! میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ یہ مسئلہ وزارت داخلہ کی کمیٹی کے حوالے کیا جائے اور ان سے رپورٹ لی جائے کہ وہ معصوم بچی کہاں پر اور کیوں ہے؟ ساری دنیا میں ہماری بدنامی ہو رہی ہے۔ اس بے چاری نے کیا گناہ کیا ہے۔ اس بے چاری کے والد نے گناہ کیا کہ محرم میں سبیل لگائی تھی۔ یہ اس کا بہت بڑا گناہ تھا۔ جناب چیئرمین! آپ اس سیٹ پر تشریف فرما ہیں تو آپ رولنگ دیں اور یہ معاملہ وزارت داخلہ کی کمیٹی کے حوالے کر دیں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: سینیٹر دنیش کمار نے جو نکتہ اٹھایا ہے اس کو Interior Committee کے حوالے کرتے ہیں۔ محترمہ پلوشہ خان صاحبہ۔

<u>Point of Public Importance raised by Senator Palwasha Mohammad Zai Khan regarding the Indus Water Treaty</u>

سینیٹر پلوشہ محمد زئی خان: بہت بہت شکریہ، جناب چیئرمین! میں آپ کی اور ایوان کی توجہ مبذول کروانا چاہوں گی کیونکہ آج ہمارے پاس وقت بھی ہے اور بات چیت کا موقع مل رہا ہے۔ ایک انتہائی اہم مسئلہ جس پر ابھی تک ہماری نظر نہیں گئی اور نہ حکومت کی اور نہ ایوان کی توجہ گئی ہے۔ 18 ستمبر کو "The Hindu" جو بھارت کا بڑا اخبار ہے اس میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ بھارت نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آئندہ Permanent Indus Commission (PIC) کی کوئی بھی میٹنگ نہیں ہوگی جب تک پاکستان اس بات پر دباؤ میں نہ آئے کہ 1960 کا "Indus Water Treaty" کو revisit کیا جائے، نہ صرف revisit بلکہ renegotiate کیا جائے۔ اب چونکہ ہم اپنے مسائل میں اتنے گھیرے ہوتے ہیں کہ ہماری توجہ اس جانب نہیں گئی۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کس قدر خوف ناک ارادہ ہے اور یہ کس قدر یک طرفہ اعلان ہے کتنے بڑے جھگڑے کا باعث بن سکتا ہے۔

جناب چیئرمین! ابھی international law جو اس وقت دنیا میں رائج ہے جس کا ویسے فلسطین میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کے بعد کوئی حیثیت نہیں رہی مگر وہ قانون یہ کہتا ہے کہ آبی گزرگاہیں اور دریاؤں کے راستے تبدیل نہیں کیے جا سکتے۔ مگر بھارت ہٹ دھرمی کرتے ہوئے ایک مذموم منصوبے کے تحت پاکستان کو بدترین خشک سالی کا شکار کرنا چاہتا ہے۔ اس کے لیے آپ خود

دیکھ لیجیے کہ اب راوی اور ستلج گندے نالے بھی نہیں رہے بلکہ خشک ہو چکے ہیں۔ ان کو دیکھ کر دکھ ہوتا ہے اور اب بھارت کی نگاہیں باقی تین دریاؤں پر ہیں۔ اس کا اعلان اس نے بھارت کے سب سے بڑے اخبار میں خبر چلا کر کر دیا۔ جناب چیئر مین ! سب سے پہلے تو میں آپ سے گزارش کروں گی کہ یہ بہت اہم مسئلہ ہے اور ہماری آنے والی نسلوں کے لیے مسئلہ ہے۔ یہ وہ "Indus Water Treaty" ہے جو چار جنگوں کے باوجود بھی قائم و دائم رہی ہے۔اس "Indus Water Treaty" کو جنگوں کے باوجود نہیں چھیڑا گیا۔آج اگر اس کو چھیڑنے کی بات ہو رہی ہے تو اس کا مطلب ہے کہ بھارت ہمیں ایک بہت بڑی جنگ کی طرف دھکیلنا چاہتا ہے۔ لہٰذا، ہم اس سازش کو سمجھیں۔ یہ ایک خوف ناک سازش ہے۔ ہم یہ باور کروائیں کہ ہم اپنے دریاؤں کے پانی کو کسی صورت بھی اس بھارتی منصوبے کا شکار نہیں ہونے دیں گے۔

جناب چیئر مین ! آج فلسطین کے حوالے سے بات ہو رہی ہے۔ میں نے پہلے بھی کہا اور میں آج پھر کہتی ہوں کہ ہماری سرحدوں پر مودی کی شکل میں نیتن یاہو کا سب سے بڑا بغل بچہ بیٹھا ہوا ہے۔ اس شخص کی یک طرفہ چاپلوسی آپ دیکھ لیجیے۔ ان کی یک طرفہ چاپلوسی اس حد تک ہے کہ یہ چند دن پہلے Twitter پر کہتے ہیں کہ terrorism ہمارا مشترکہ مسئلہ ہے۔ ہم نے اس کو دنیا سے ختم کرنا ہے۔ جناب چیئر مین ! ان الفاظ کے پیچھے ان کے عزائم دیکھیں۔ وہ یہ صرف نیتن یاہو کو نہیں کہہ رہے، وہ پاکستان کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ ہم یہ بھی نہ بھولیں کہ اُس ملک نے اندرا گاندھی کے دور میں پاکستان کے ایٹمی تنصیبات پر حملہ کرنے کا ایک ناپاک منصوبہ بنایا تھا جس کے لیے اسرائیلی جہاز جام پور کے ایئر پورٹ پر کھڑے تھے اور وہاں سے اڑنے کے لیے تیار تھے۔ جب اس منصوبے کا پاکستان کو، پاکستان کی افواج اور intelligence کو خبر ہوئی تو اس کے بعد ان کے جواب اور پیغام کے بعد یہ منصوبہ کامیاب نہیں ہو سکا ورنہ انہوں نے عراق میں جو کیا تھا، جس طرح ان کی ایٹمی تنصیبات پر حملے کیے تھے، ان کا پورا ارادہ تھا کہ وہ پاکستان میں بھی یہی کچھ کریں۔

جناب والا ! آج بھی ہمارا ایک ہمسایہ ملک جنگ کے دہانے پر کھڑا ہے، اس طرف ابھی ہماری کوئی نظر نہیں ہے لیکن اگر یہ جنگ لڑی جائے گی، کل American sources سے کہا گیا ہے کہ اگلے چند دنوں میں ایران پر حملہ ہو گا تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ہماری نظر اس دشمن پر نہیں ہونی چاہیے جس کی سرحد کے ایک طرف اس کا بغل بچہ بیٹھا ہوا ہے اور ہمارا پانی روکنے کی کوشش کر رہا

ہے، دوسری طرف وہ بیٹھا ہوا ہے جس کے دل میں پہلے بھی یہ خواہش پنپتی رہی ہے کہ وہ ہماری ایٹمی تنصیبات پر حملہ کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ اخبارات میں، international جریدوں میں یہ خبریں چھپوائی جاتی ہیں کہ پاکستان ایران کو میزائل فراہم کر رہا ہے۔ لہٰذا ہمیں ان سب چیزوں کو بہت غور سے دیکھنا چاہیے۔ مجھے اس بات کا ادراک ہے کہ ہم اپنے مسائل میں پھنسے ہوئے ہیں، گھرے ہوئے ہیں لیکن ہمارے ساتھ جو ہونے والا ہے، جو فلسطین میں ہو رہا ہے، جس طرح کی حمایت بھارت کر رہا ہے، ہمیں اس چیز سے بالکل آنکھیں بند نہیں کرنی چاہییں کہ کل کوئی ہمارے پڑوس میں جو آگ لگانے جا رہا ہے، وہ پڑوس میں آگ لگائے گا تو اِس طرف دوسرا اکایاں دشمن بیٹھا ہے۔ لہٰذا میں اس بات کی تائید کرتی ہوں کہ یحییٰ سنوار کے لیے، شہید کے لیے ہمیں قرارداد پیش کرنی چاہیے۔ مجھے پہلی شہادت پر قرارداد پیش کرنے کا شرف حاصل ہوا اور اب میں یہ کہتی ہوں کہ وہ مجاہد تھا، مرتے وقت اس کے پاس gun تھی، اس نے مرتے مرتے ان کا ڈرون گرایا اور جب وہ اسے نہ مار سکے تو ان کے snipers نے اسے شہید کر دیا۔ شاید یہ قرارداد کچھ معنی نہ رکھتی ہو لیکن ہم سب پر اتنا فرض ہے اور یہ ہمارے دین کی طرف سے بھی فرض ہے کہ اگر ہم کسی چیز کو ہاتھ سے نہ روک سکیں تو کم از کم دل میں بُرا جانیں، زبان سے بُرا سمجھیں اور یہ ایمان کے کم تر درجے میں شامل ہوتا ہے۔ لہٰذا ہمیں یہ کوشش کرنی چاہیے کہ آج ہم اس قرارداد کو draft and pass کر کے ان کم تر درجوں میں شامل ہو جائیں۔ شکریہ۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میرے خیال میں اس حوالے سے آپ کا call attention notice بھی ہے۔ ان شاء اللہ سندھ طاس معاہدے کے حوالے سے جب ایجنڈا آئے گا تو ہم اس میں یہ شامل کروائیں گے۔ سینیٹر طاہر خلیل سندھو صاحب۔

Point of public importance raised by Senator Khalil Tahir regarding human rights violation in Gaza, Palestine

سینیٹر خلیل طاہر: شکریہ، جناب چیئرمین! یہاں سب نے فلسطین، لبنان اور غزہ کی بات کی ہے، میں چاہتا ہوں کہ میں بھی اس پر بات کروں۔ جناب والا! میں سب سے پہلے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ وہاں 35% Christians ہیں، اس کے بعد اہل تشیع اور اس کے بعد اہل سنت ہیں، لہٰذا یہ purely human rights کا بھی مسئلہ ہے۔ حماس کا پہلا قائد George Habash تھا

جو کہ Christian تھا، لیلیٰ زبیری Christian تھی۔ اس لیے میں ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ یہ human rights کا مسئلہ ہے، اگر کسی کو اس سے کوئی اختلاف ہو تو وہ اپنا اختلاف کر سکتا ہے but this is purely a matter of human rights issue.

جناب والا! میں پاکستانی عوام کو، پاکستان کی پارلیمنٹ کو، خصوصاً وزیراعظم صاحب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ میں میڈیا کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں، خاص طور پر حامد میر صاحب کو کہ وہ recently وہاں گئے، انہوں نے وہاں ایک Rita Christian lady کا interview کیا، وہ بے چاری خاتون ان بچوں کو جا کر کھانا دے رہی ہے، ان کو کھانا کھلا رہی ہے جتنی اس کی ہمت ہے وہ کر رہی ہے، یہ programme Capital Talk پر دکھایا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ کسی کا بھی ناحق خون بہے، ہم سب کو اس پر افسوس ہے اور یہ نہیں ہونا چاہیے۔ جس طرح ابھی میری بہن پلوشہ صاحبہ بات کر رہی تھیں کہ ہم سب طاقتوں کو، اللہ پاک سے بڑی تو کوئی طاقت نہیں ہے، ہم سب کو مل کر صرف مذمت کی بات نہیں کرنی چاہیے، وہ کہتے ہیں کہ؛

بے عمل دل ہو تو جذبات سے کیا ہوتا ہے
دھرتی بنجر ہو تو برسات سے کیا ہوتا ہے
ہے عمل لازمی تکمیل تمنا کے لیے
ورنہ رنگین خیالات سے کیا ہوتا ہے

جناب والا! جب تک عمل نہیں ہو گا، قرارداد تو صرف ایک symbolic چیز ہے۔ اس کے علاوہ وہاں یہ عمل ہو رہا ہے کہ وہاں کھانا بھیجا جا رہا ہے۔ آج وزیراعظم نے اعلان کیا ہے کہ ان سب لوگوں کے لیے گندم، آٹا اور باقی چیزیں بھیجی جائیں گی کیونکہ ان کا اب جسم اور روح کا رشتہ برقرار رکھنا مشکل ہو چکا ہے۔ کامران مرتضیٰ صاحب بیٹھے ہیں، انتہائی ادب اور احترام کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ وہ مجھ سے senior ہیں، جب کسی بھی عدالت کی full judgment آ جاتی ہے تو اس کے بعد اس پر رائے دینا، پھر رائے دینا، وہ کہتے ہیں کہ

خطاوار سمجھے گی تجھے دنیا
اب حد سے زیادہ صفائی نہ دے

میں ان محترم ججوں پر حیران ہوں کہ یہ دوسرے آئینی ادارے کو اختیار دے کر آج کس capacity میں، کس حیثیت میں پھر کہہ رہے ہیں کہ آپ ایسا نہیں کر سکتے، آپ ایسا کریں، پہلے آٹھ ججوں نے مل کر بیرسٹر گوہر صاحب کو پی ٹی آئی کا چیئرمین لگایا، وہ ہمارے وکیل بھائی ہیں، انہوں نے کہا کہ یہ چیئرمین ہوں گے، خود floor crossing کی اجازت دی کہ آپ کے پاس تین دن نہیں بلکہ پندرہ دن ہیں جبکہ آئین کہتا ہے کہ تین دن ہیں۔ آپ نے سنی اتحاد کونسل کو چھوڑ کر جس کا آپ نے بیان حلفی دیا ہوا ہے، جس سے آپ نے اپنی affiliation ظاہر کی ہوئی ہے، اب آپ دوسری جماعت میں چلے جائیں، یہ سپریم کورٹ کے معزز جج حضرات کہہ رہے ہیں اور آج کہا گیا کہ (5 & 4) Article 239 کے تحت جو صرف اور صرف پارلیمنٹ کا اختیار ہے، اس پر retrospective effect نہیں ہو سکتا۔

میں ابھی اپنے senior کامران مرتضیٰ صاحب سے بات کر رہا تھا کہ انہی موصوف کا اپنا فیصلہ ہے کہ جو آئینی چیزیں ہوں گی، اس پر آپ retrospective effect کر سکتے ہیں اور اگر substantive ہو گا تو اس پر آپ retrospective effect نہیں لے سکتے اور آج پھر وہ اپنے ہی فیصلے کے خلاف رائے دے رہے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ کچھ لوگ جان بوجھ کر خود متنازعہ بننا چاہتے ہیں یا انہیں جان بوجھ کر متنازعہ بنایا جا رہا ہے۔ لہٰذا آج جو بھی وضاحت دی گئی ہے، میں as a lawyer ذاتی طور پر سمجھتا ہوں کہ یہ unconstitutional ہے اور ہم اسے کسی صورت نہیں مانتے۔

جناب والا! میں آخر میں آپ کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ میں دوبارہ یہ بات کروں گا کہ

خطاوار سمجھے گی تجھے دنیا
اب حد سے زیادہ صفائی نہ دے

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ بشریٰ انجم بٹ صاحبہ۔

Point of public importance raised by Senator Bushra Anjum Butt regarding the alleged rape incident in the Punjab College and the issues relating the curriculum

سینیٹر بشریٰ انجم بٹ: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ شکریہ، جناب چیئرمین! آج ایوان میں بہت سارے different issues raise ہوئے ہیں، I being the Chairperson Standing Committee on Education, اس ایوان کی توجہ مبذول کروانا چاہتی ہوں کہ what has been happening in Punjab? جناب والا! ہم بڑے عرصے سے fact anticipate کر رہے تھے that the way our youth is being used for political motives. جس طرح آج کل کا دور misinformation, disinformation کا دور ہے، social media پر جس طرح information کا غلط طریقے سے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اس کی ایک prime example ہم نے دیکھی۔ Sir, in fact very bad and hit me very differently because جب ہماری youth اس طرح سے political motives کے لیے استعمال کی جا رہی ہے۔ میرے خیال میں اگر پنجاب کے اندر جس طرح ایک mob کا mind-set بن گیا ہے، جس طرح youth ہے۔ جیسے ابھی آپ نے بات کی جسے obviously I will take up in the committee as well کہ یہ بات overnight کی نہیں ہے، Sir the kind of curriculum that is being introduced, ہمیں اس چیز کی بھی responsibility لینی ہے۔

جس طرح کی hate speech اور polarization ہمارے معاشرے کے اندر آ گئی ہے، اس کا ایک domino effect ہونا تھا and we were anticipating it. میرا یہ خیال ہے کہ ہمیں اس کے اوپر بھرپور انداز سے action بھی لینا چاہیے۔ We have to make sure کہ آئندہ اگر خدانخواستہ، اس طرح کے incidents ہوں تو ان کو بڑا technically handle کیا جائے۔ اداروں کی طرف سے جو statements آئیں، وہ بھی نپے تلے الفاظ میں ہونی چاہییں تاکہ مزید confusion پیدا نہ ہو۔ میں امید کرتی ہوں کہ پنجاب کی حکومت اور ادارے بڑے طریقے سے اس کو handle کریں اور بیانات سے confusion کم

Right now, our youth is demanding for answers and ہو۔ they need to be answered because اس طرح سے تو کل کو یہ ایک example set ہوگا اور ان کو ہر بار entice کیا جائے گا۔ اس وقت جو ایک media war چل رہی ہے، اس کے ذریعے ہمارے youth کے ساتھ جو زیادتی ہو رہی ہے، میرے خیال میں اسے بڑا technically handle کرنے کی اور اس issue کو address کرنے کی ضرورت ہے۔ بہت شکریہ جناب۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ندیم بھٹو صاحب۔

Point of Public Importance raised by Senator Nadeem Ahmed Bhutto regarding paying tribute to the victims of Karsaz incident and the deteriorating law and order situation in the country

سینیٹر ندیم احمد بھٹو: جناب چیئرمین! شکریہ۔ سب سے پہلے تو جو میرے back-bencher دوست ہیں، ان کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنی بات کی شروعات ایک شعر سے کرنا چاہوں گا:

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

جناب چیئرمین! آپ کی مہربانی کہ آپ نے بات کرنے کا موقع دیا۔ میرا ملک، میرا وطنِ عزیز پاکستان اس وقت جن مسائل کا شکار ہے، اس میں سب سے بڑا مسئلہ دہشت گردی، معیشت کی بحالی اور بے روزگاری ہے۔ اس وقت پاکستان دہشت گردی کا شکار ہے اور گزشتہ چالیس سے پینتالیس سالوں سے پاکستان دہشت گردی کا شکار ہوتا رہا ہے۔ اس دہشت گردی کا نشانہ میری قائد شہید محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ بنیں۔ اس دہشت گردی کا نشانہ پاکستان پیپلز پارٹی کا ورکر بنا۔ اس دہشت گردی کا نشانہ پاکستان کے عوام بنے۔ اس دہشت گردی کا نشانہ پاکستان کی مختلف سیاسی جماعتوں کی شخصیات بنیں۔ اس دہشت گردی کا نشانہ مختلف مذہبی شخصیات بنیں۔ اس دہشت گردی کا نشانہ افواج پاکستان بنیں۔ اس دہشت گردی کا نشانہ پاکستان کے دفاعی ادارے بنے۔

دراصل میں بات 18 اکتوبر کے حوالے سے کرنا چاہ رہا تھا۔ 18 اکتوبر، 2007 کو جب میری ہر دل عزیز قائد، شہید محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ جلاوطنی ختم کر کے پاکستان آئیں۔ پوری دنیا نے دیکھا کہ کس طرح لاکھوں کا مجمع ان کے استقبال کے لیے منتظر تھا۔ چاروں صوبوں سے، گلگت بلتستان اور کشمیر سے پارٹی کے ورکرز، عوام، ان سے محبت کرنے والے لوگ کراچی کی شاہراہِ فیصل پر موجود تھے۔ پھر سب نے دیکھا کہ کس طرح دہشت گردی کا ایک واقعہ ہوا۔ اس واقعے سے ہماری پارٹی کے اکثر پروگراموں میں اور میڈیا میں، اخبارات میں ایک slogan لگتا تھا کہ چاروں صوبوں کی زنجیر، بے نظیر بے نظیر۔ اس کا مظاہرہ 18 اکتوبر، 2007 کے سانحے کے اگلے روز جب ہم ہسپتالوں میں گئے، اپنے ورکرز کی تدفین سے فارغ ہوئے تو یقین مانیے، سانحہ کارساز میں جو لوگ شہید ہوئے، ان کی لاشیں گلگت بلتستان کے ایک چھوٹے قصبے سے لے کر پنجاب کے مختلف شہروں میں، خیبر پختونخوا میں، بلوچستان میں اور سندھ کے مختلف اضلاع میں گئیں۔ زخمیوں کی تعداد سیکڑوں میں تھیں۔ مختلف ہسپتالوں میں تقریباً کوئی پانچ سو سے زائد زخمی تھے۔ میری قائد محترمہ بے نظیر بھٹو آئیں، اس ملک میں عدلیہ کی بحالی اور آزادی کے لیے، اس ملک میں جمہوریت کی بحالی کے لیے، گھٹن کے ایک ماحول کو ختم کرنے کے لیے۔ آپ نے دیکھا کہ پورے پاکستان کا میڈیا وہاں پر موجود تھا۔

پاکستان آنے سے پہلے جب میری قائد، شہید رانی محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ دبئی میں پریس کانفرنس کرتی ہیں تو اس پریس کانفرنس میں ایک صحافی نے ان سے پوچھا کہ بی بی! آپ پاکستان جارہی ہیں، آپ کی جان کو خطرہ ہے، پھر بھی آپ پاکستان جارہی ہیں۔ مجھے اپنی شہید رانی محترمہ بے نظیر بھٹو کے وہ عظیم الفاظ آج تک یاد ہیں کہ میرا ملک خطرے میں ہے، میرے ملک کے عوام مجھے پکار رہے ہیں، میرے ملک میں بے روزگاری ہے، میرے ملک میں گھٹن کا ماحول ہے اور میرے ملک کا میڈیا آزاد نہیں ہے۔ جناب! یہ وہ سارے مسائل تھے جن کی وجہ سے میری قائد شہید رانی محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ اس ملک میں آئیں۔ سب نے دیکھا کہ کس طرح دہشت گردی کے ذریعے ان کا استقبال کیا گیا۔ دو بم دھماکے ہوئے۔ اس کے بعد سب نے دیکھا election campaign کے دوران پنڈی کے دھماکے میں وہ خود شہید ہو گئیں۔

جناب! میری جو آج کی بات ہے، وہ اس نکتے پر ہے کہ میں سب سے پہلے 18 اکتوبر کے شہدا کو سرخ سلام پیش کرنا چاہوں گا۔ دہشت گردی چاہے خیبر پختونخوا میں ہو، بلوچستان میں ہو یا

پاکستان کے کسی دوسرے حصے میں ہو، ہم اس کی سخت مذمت کرتے ہیں۔ سب سے زیادہ غور طلب بات یہ ہے کہ پڑوسی ملک انڈیا سے جنگ میں پاکستان کو اتنا نقصان نہیں ہوا، جتنا نقصان ہمیں اس دہشت گردی نے پہنچایا ہے۔ میں اپنی بات اسی point پر ختم کروں گا کہ جس طرح معیشت کو ٹھیک کرنے کے لیے ہمیں محنت کی ضرورت ہے، اسی طرح دہشت گردی کو قابو کرنے کے لیے ہم سب کو مل بیٹھنا ہوگا۔

جناب! ایک آخری نکتہ آپ سے share کروں گا۔ جب بھی ملک پٹڑی پر چڑھتا ہے، جب بھی ملکی معیشت کو بہتر کرنے کے لیے کوشش کی جاتی ہے تو دہشت گردی کے واقعات ملک کے مختلف حصوں میں شروع ہو جاتے ہیں۔ اس پر ہم سب کو اور خاص طور پر دفاعی اداروں کو غور کرنے کی اور سوچ و بچار کرنے کی ضرورت ہے۔ بہت شکریہ جناب۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ۔ ایوان کی کارروائی بروز ہفتہ 19 اکتوبر، 2024 صبح گیارہ بجے تک ملتوی کی جاتی ہے۔ شکریہ۔

[The House was then adjourned to meet again on Saturday, the 19th October, 2024 at 11:00 am.]